ڈرامہ

لنگوٹی والا

دی لائٹ آف دی ایسٹ

گوتم بدھ

کشن چند زیباؔ

اچھوت اُدھار، سیوا، پریم بھگتی، تیاگ اور اہنسا کا لاثانی چتر

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب

اُردو بازار دہلی

بار دوم

دیباچہ

جہاں میں ہر شے ہے آنی جانی نشاطِ غم اور اضطراب کبتک
سلام کب تک پیام کب تک سوال کب تک جواب کبتک
یہ ہم لڑکپن میں چاہتے تھے کہ جلد آئے کہیں جوانی
شباب میں اب یہ سوچتے ہیں کہ آخر اپنا شباب کبتک

یہ سوچتے ہوئے بھی کبھی انسان نے یہ خیال نہ کیا کہ مَیں کیوں اِس دُنیا میں دُوسروں کے لئے تکلیف اور زحمت کا باعث بنا ہوں۔ اِس دارِ فانی میں آخر میری اوقات ہے تو کیا ؎

مثالِ چراغ سرِ گور ہُوں میں
ہوا ہے مخالف بُجھا چاہتا ہُوں

دُوسروں کا گلا گھونٹتے ہوئے۔ دُوسروں کا دِل دُکھاتے ہوئے دوسروں

کا مال ہضم کرتے ہوئے۔ دوسروں کا حق مارتے ہوئے کبھی یہ خیال نہ آیا۔ کہ ؎

جوانی جاوداں میری نہ دُنیا جاوداں میری
کسی دِن مجھکو کھو دیگی فنا سامانیاں میری

لاعلمی سے سائنس یا قدم کے ذریعے لاتعداد جیوؤں کو تکلیف دینے کا تو ذکر ہی کیا۔ زبان کی لذت کے لئے انسان دوسرے جانداروں کو ذبح کر ڈالتا ہے۔ مدت مدید سے انسان اسی اُصول پر کارفرما ہے۔ زر۔ زمین۔ اور زن کے لئے کتنے ہی خون خرابے ہوئے۔ کتنے ہی یدھ اور کتنے ہی سنگرام ہوئے۔ چیونٹیوں۔ اور مکھیوں کی مانند کمزور زور آوروں کے پیروں سے مسلے جارہے ہیں۔ دُنیا میں امن اور شانتی کا دَور دورہ لانے کے لیے پرماتما کے اوتار ہوئے۔ تو اُنہوں نے بھی رامائن اور مہابھارت کے خونی منظر دکھلائے۔ اوتاروں کی موجودگی میں تشنہ روحوں کی پیاس خونِ ناحق سے فرو نہ ہوئی۔ سلطنت کی وسعت کے لئے عظیم الشان لڑائیوں نے دُنیا کے دامن پر خون کے چھینٹے اڑائے۔ آخر دُنیا ان خونریزیوں سے تنگ آگئی اور لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ ؎

ہماری آرزوئے کامیابی بھی خیالی ہے
یقین آتا نہیں ہے اپنی ہستی کا یقین ہوکر

روحوں کی شانتی کے لئے ایک ایسے اوتار کی ضرورت تھی۔ جو سنسار میں صرف ان چند ایک شعروں کے معنے سمجھائے ؎

جور و ستم نہ توڑ کسی ناتواں پر
بے فائدہ عذاب نہ لے اپنی جان پر
دارِ فنا میں بھول نہ تو عز و شان پر
او مشتِ خاک اُڑ کے نہ چل آسمان پر

ہوشیار ہے تو دہر میں دیوانہ بن کے رہ
باغ جہاں میں سبزۂ بیگانہ بن کے رہ

آخر سرکشیمان پرماتما نے جنگ و جدل قتل و خونریزی کی آگ سے تنگ آئی ہوئی روحوں کی پکار کو سن لیا۔ اور کپل وستو کی چھوٹی سی ریاست کے شاہی گھرانے میں گوتم بدھ کا اوتار ہوا جس نے صفحۂ ہستی پر شانتی اور امن کے چشمے بہائے۔ دنیا کی اس کفر پرستی کا بھانڈہ پھوڑا جس کے پردے میں جیؤں کی ہتیا ہو رہی تھی۔ جانوروں کو مار کر دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنا کتنی بڑی توہم پرستی اور کتنا بڑا اندھیر تھا۔

چند ایک ہنسا کے واقعات دیکھ کر اس کے دل پر ایک بھاری اور جامد بادل سا چھا گیا۔ جو دنیا داری میں رہ کر نہ اپنی جگہ سے سرکتا۔ نہ اٹھائے اٹھتا۔ آخر وہ بوجھ جس کو اس کے آنسو بھی تحلیل نہ کر سکے۔ اپنی جگہ سے ایک لرزاں طوفان کی طرح اٹھا اور آناً فاناً بھارت ورش کی تمام فضاؤں میں پھیل گیا اس کی آواز رحم اور ہمدردی کا سبق تھا جسکو سیکھنے کے لئے ہر کوئی تیار ہو گیا۔ دنیا کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر اس پر شانتی کا بادل برسانے کے لئے گوتم پہلے خود نیاگ کا روپ بنا۔ اعماقِ قلب میں رہنے والی بیتابیوں نے اس کو گرہست کی دنیا میں بیقرار کر دیا۔ بیماری ضعیفی اور موت کے جاں گسل نظارے دیکھکر اس نے پیاری بیوی کے شباب کی دلفریبیوں اور پیارے بچے کے معصوم خمار انگیزیوں سے انکار کر دیا۔ اور دلکش اندازِ فضا میں اپنی زندگی کے غیر فانی نقش چھوڑ جانے اور دنیا کا ادھار کرنے کے لئے وہ شاہی فقیر کی صورت میں نکل کھڑا ہوا۔

گوتم بدھ نے راجہ بمسار کی یگیہ شالا میں جہاں لاکھوں اور کروڑوں پشوؤں کا بلیدان ہونے والا تھا۔ جاکر اہنسا کے حق میں آواز اٹھائی۔ زبان کی شیرینی سے

توہمات پرستی کے زہر کو دُور کر دیا۔ اصُول اتنا سیدھا۔ اور سادہ تھا کہ خون کیطرح ہندوستان کی رگوں میں گھر کرتا گیا۔ یہاں تک کہ بدُھ مذہب ہندوستان کا شاہی مذہب ہو گیا۔ بدُھ مت کا سب سے بڑا۔ اور اعلےٰ اُصول یہی تھا۔ کہ:۔

من (دل) وچن (زبان) کرم (فعل) سے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ،

اس اُصول نے بڑے بڑے ظالم، جابر، بوالہوس۔ حریص اور خونخوار راجوں کے دلوں سے مُلک گیری کی ہوس چھڑا دی۔ بڑے بڑے عیش پسند بادشاہ جان گئے کہ جب انسان کی بھوک گیہوں یا چنے کی دو روٹیوں سے مٹ سکتی ہے۔ تو وُہ طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرنیوالے مرغن کھانوں کے بیشمار انسانوں اور حیوانوں کی گردنیں کیوں کٹوائے۔ جب آدمی کی پیاس کوہستانی چشموں کے سفید برفانی اور صحت بخش پانی سے بجھ سکتی ہے۔ تو وُہ انگوری شرابوں کیلئے لاانتہا پرانیوں کا خوُن کیوں بہائے

آج ہم اُسی بودھی کے ستو اوتار گوتم بدُھ کے سوانح حالات کو ناٹک رُوپ سے ناظرین کے نذر کرتے ہیں جسکی دبی ہُوئی مُبارک آواز کو بیسویں صدی کا مہاتما اُپنے سازِ گویائی کے تاروں سے الاپ رہا ہے۔ ایک ہندوستان کو ہی نہیں بلکہ ملک گیری کے جنوں میں مبتلا مغرب کو بھی اُسی گوتم بدُھ کے اوتار اور اُس کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ پہلے کی طرح دُنیا پھر جنگ و جدل اور خونریزی سے جاں بلب ہے۔ اُمید ہے۔ کہ اُسی دبے ہوئے جھونکے کی بجھی ہوئی سرد آہیں بدامنی کی آتش زدگیوں کو ٹھنڈا کر دیں گی ؎

زیبا

لنگوٹی والا

پرارتھنا

استتی بھارت ماتا کی

گاتا

سُکھ سمپتی کی داتا ۔ جے بھارت ماتا

شیامل شیتل ۔ مُردل منوہر

سُکھ کو دھام انوپم سُندر

امرت کی لہروں میں

سونے کی نہروں میں

نکہت کی موجوں میں

فرحت کی اوجوں میں

مستی جھلکتی ہے ۔ شوخی جھلکتی ہے

ہرسو پر تو لہراتا ۔ جے بھارت ماتا

کلی کلی پر موتی بکھرے
کیاری کیاری میں بوٹے نکھرے
سبزہ زار شاخسار۔ جوئبار، آبشار
بسنتی دین پُر بہار
نبھ ہے سگندھ برساتا۔ جے بھارت ماتا

ایکٹ پہلا

سین پہلا

دکھاؤ۔ ذبح خانہ

ذبح کا رقت خیز نظارہ۔ دیواروں کے ساتھ چھریاں۔ کلہاڑے، اور چھتوں پر ذبح کئے ہوئے جانور لٹک رہے ہیں۔ اہنسا کا مکمل منظر

آواز

(خود آہی فلاٹ کا مل جانا)

دھرم۔ (داخل ہو کر ڈرتے اور کانپتے ہوئے) اُف! خون۔ خون۔ خون
ہیں بوٹیاں کہیں پر تو ہڈیاں کہیں پر
چھینٹے اُڑے لہو کے نیتی کی آستیں پر

معصوم بے زباں کی اُڑتی ہے مُفت گردن
کیسا انرتھ پھیلا ہے پاک سر زمیں پر

کہاں جاؤں؟
جس جگہ نردوش کی گردن پر سوارتھ کی تلوار تیز ہے۔ جس جگہ انیائے کا پاتر بھرپور۔ اور ظلم کا پیالہ لبریز ہے، جہاں پوتر استھان دیکھ کر آکاش نے گنگا اور جمنا جیسی پاون ندیوں کو شانتی اور بھگتی کی کھیتیاں سیراب کرنے کے لئے بہایا۔ جس استھان کو سروشکتیمان نے چاروں ویدوں اور چھ شاستروں کے اَملیہ گیان کا پوُرن بھنڈار بنایا۔ وہیں پر۔ اُسی بھارت درشن میں سہ

شام انیاچار کی ہے ہر طرف چھائی ہوئی
شانتی کی روشنی پھرتی ہے گھبرائی ہوئی
جیو کے ہاتھوں سے ہنسا ہو رہی ہے جیو کی
ہے طبع مظلوم پر ظالم کی گرمائی ہوئی

جہاں کی ہوا میں مُرداروں کی دُرگندھی سے آتما کی تمام شکتیوں پر غلاظت کا پانی پھر جاتا ہے۔ جہاں کی فضا میں گیان اور دھیان نشٹ ہو کر سوارتھ کا زہر دل اور دماغ پر اپنا تسلط بٹھاتا ہے۔ اُس آکاش کے نیچے رہنا گھور پاپ کرنا ہے، اپنی ہتیا آپ کرنا ہے سہ

ہر پاؤں ناتوان کے سر پر دراز ہے
بے داد گر کو ظلم و ستم کا مجاز ہے
معصوم کے بُرے پہ تُلا فتنہ ساز ہے
انسان کو جہاں کے سوارتھ پہ ناز ہے

بے کس غریب جس جگہ حالِ تباہ ہے
ایسی فضا میں سانس بھی لینا گناہ ہے
(جانے لگتا ہے)

بھارت ماتا۔ ٹھہرو! ٹھہرو!! خوشبو کے بغیر پھول مرجھا جائیگا؟

دھرم۔ مُرجھا جائے گا؟

بھارت۔ جل کے بغیر تالاب تالاب نہیں کہلائے گا؟

دھرم۔ کیوں؟

بھارت۔ تار کے بغیر ساز بے آواز ہو جائے گا ؎

دھرم سے ہی آج میرا مرتبہ ممتاز ہے
دھرم کی برکت سے یکتائی پہ مجھکو ناز ہے
دھرم ہی وہ پَر ہے جس سے طاقتِ پرواز ہے
دھرم ہی جیون کا اور میری بقا کا راز ہے
تم گئے تو مرتبہ اور شان سب جاتا رہا
دھرم جب جاتا رہا تو مجھ میں باقی کیا رہا

دھرم۔ کیا کنول کانٹوں میں اُلجھ کر رہے؟ کیا رہی سہی ہستی کا چراغ ان تند ہوائی کی ان پُر جوش آندھیوں میں بجھ کر رہے ؎

جب روندتے ہیں اس طرح زیرِ قدم مجھے
ظالم بنائیں اس طرح مشقِ ستم مجھے
رکھتے ہوں جبکہ لوگ اسیرِ الم مجھے
لینے نہ دیں فضائے شرافت میں دم مجھے
میں دھرم اور پاپ کا بندہ بنا رہوں

تم ہی بتاؤ اس طرح بھارت میں کیوں رہوں

اتنی بے رُخی ؟

بھارت۔ جہاں اندھیرا ہو وہاں روشنی اور بینائی نہیں رہ سکتی۔ جہاں آگ

دھرم۔ ہے۔ وہاں ٹھنڈک اور شیتلتائی نہیں رہ سکتی۔ کتنا انرتھ ہے۔ کہ تمہارے بچے میری ان دو آنکھوں کے سامنے بے قصور روحوں کو تڑپائیں۔ کتنا ظلم ہے۔ کہ تمہارے بیٹے مجھے اہنسا کے روچک درشیہ رات دن دکھلائیں۔ شاداب سبزیوں اور سبز ترکاریوں کے ہوتے ہوئے بھی اور خوشگوار پھلوں اور میوؤں کے ہوتے ہوئے۔ دودھ اور گھی کی پُر لذیذ مٹھائیوں کی موجودگی میں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اور یہودی سب کے سب بے زبان جیوؤں کو مار کر کھا رہے ہیں۔ اپنے پیٹ کو مرگھٹ اور قبرستان بنا رہے ہیں۔ رشیوں کی اولاد جن کے لئے من اور وچن سے بھی کسی کا دل دکھانا گناہ ہے۔ اُن کے ہاتھوں پر ماتما کی معصوم سرشٹی اسقدر تباہ ہوسے

دیکھو جسے وہ درپئے آزار ہو گیا

ہر ایک محو شوخیٔ رفتار ہو گیا

جیوؤں کی جان لینے کو تیار ہو گیا

انسان کیا ہے خنجرِ خونخوار ہو گیا

اپنے نفع کو غیر کا نقصان کر دیا

چاہا جسے اُسی کو ہی بے جان کر دیا

بھارت۔ پرنتو۔ بھگوان ترلوکی ناتھ نے مجھے سُوچنا دی ہے۔ کہ اس انرتھ اور سوارتھ کو اس پنیہ بھومی سے دُور کرنے کے لئے اوتار ہو چکا ہے۔ لمبی اور ڈراؤنی تاریکی کے بعد پرمارتھ کے سُوریہ کا اظہار

ہو چکا ہے۔

دھرم۔ اوتار دوارہ اُدھار؟

بھارت۔ اہنسا کا پرچار۔

دھرم۔ آگے اوتاروں نے کیا کیا اُپکار؟

بھارت۔ دھرم کا نستار۔

دھرم۔ بلکہ ہنسا کا پرچار۔ رام اوتار ہُوا۔ تو لنکا کے میدان میں لاکھوں اور کروڑوں جیووں کی ہتیا کرائی۔ کرشن کا اوتار ہُوا۔ تو کورو چھیتر کی رن بھومی میں خون کی گنگا بہائی۔ پرسرام نے نہ جانے کتنی مرتبہ چھتریوں کی ہستی دُنیا سے مٹائی۔ یہ کیا اہنسا پر اُپکار ہے۔ یا دھرم کا اُدھار ہے سہ

کیا دیا کی آگے اوتاروں نے مجھ بیکس کیساتھ
لاکھوں بدھوائیں ہُوئیں بیچے ہُوئے لاکھوں اناتھ
خون کی ندیاں بہائیں سرزمین پاک پر
کیسی رکھشا دین کی یہ خاک والی خاک پر

بھارت۔ لیکن اس مرتبہ وُہ رُدھر رُوپ اوتار نہیں ہُوا۔ یہ شانتی رُوپ اوتار ہے۔ جو سنسار میں خون ناحق کے بدلے اہنسا اور دیا کے پُشپ برسائے گا۔ راکشسوں کو مٹائے گا نہیں۔ کِنتو ادھرم سے اُتّم بنائے گا۔ تلوار سے نہیں میٹھی زبان سے مغرور اور گھمنڈی کو نیچا دِکھلائے گا۔ توپوں اور بندوقوں سے نہیں۔ روحانی طاقت سے سرکش اور ابھیمان کے قلعوں کو ڈھائے گا۔ بدھاتا کا بھیجا یہ ایک وچتر چتر کار ہے۔ یہ رُدھر کا نہیں۔ بھگوان بودھی کا ستو اوتار ہے سہ

نہ خنجر ہی اُٹھائے گا۔ نہ ناحق خون بہائے گا

اگر شعلہ بجھائے گا تو پانی سے بجھائے گا
دیا اور دھرم کی گیتا تو دُنیا کو سنائے گا
مہا بھارت نہ لیکن کوئی دُنیا کو دکھائے گا
ہوئے اوتار جتنے سب نے خونریزی دکھائی ہے
یہاں لیکن اہنسا خاک کے پتلے میں آئی ہے

غیبی آواز۔ ہے دھرم۔ شنکا نوارن کریں سے
ہو گیا پیدا مُعالج پاپ کے بیمار کا
کر لیں درشن آپ بھی بودھی کے ستو اوتار کا

پٹاخے کی آواز

سین ٹرانسفر ہوتا ہے۔ ہمالیہ پربت
کے شاندار مناظر۔ دامن کوہ ہمالیہ میں
شاہی محل۔ گہوارے میں بال گوتم بدھ
کے ساکھشات درشن

ایکٹ پہلا — سین دوسرا

نظارہ

جنگل میں چاروں طرف کھیت
لہلہا رہے ہیں۔ ایک طرف رہٹ
چل رہا ہے۔ دوسری طرف ایک
کسان ہل سے زمین جوت رہا ہے
ہل چلاتے ہوئے بڑی بے رحمی
سے جانوروں کو پیٹتا ہے۔ راجکمار
سدھارتھ ایک طرف کھڑا۔ اس
دردناک نظارے کو دیکھ رہا ہے
اُس کے دوست بن کی بہار کی
سیر کر کے خوش ہو رہے ہیں۔

شارد۔ آہا! باغ کی کیا ہی رنگین بہار ہے۔ بوٹوں کا عجیب نقش و نگار ہے
جس پھول کو دیکھو طرحدار ہے ؎

جوئی۔ بیلا۔ چنبیلی۔ موتیا۔ مہندی۔ کنول۔ چمپا
گل عباس۔ شبو۔ کامنی۔ نرگس۔ گل لالہ
گلاب اور چاندنی اور موگرا سورج مکھی۔ گیندا
کہیں سرسوں۔ کہیں سوسن کہیں گل لاجونتی کا

ہیں کیا کیا ناز کرتے پھول بھی اپنی بہاروں پر
کس آزادی سے کھاتے ہیں جھونکے شاخساروں پر

مہارتھ۔ اور پھر ان کی نیرنگیوں کو دیکھو۔
گلابی۔ زعفرانی۔ سُرخ۔ نیلا۔ زرد، نارنجی
سنہری۔ کاسنی۔ اُودا۔ اناری۔ موتیا، دھانی
حنائی۔ آسمانی۔ شربتی۔ سندھوریا۔ پیازی
بسنتی۔ کشمشی۔ کالا۔ فیروزی۔ سبز۔ عنابی
ہے پالا گودیوں میں کس نزاکت سے بہاروں نے
لیا آغوش میں کس شوق سے ہے شاخساروں نے

سنبھو۔ آکاش کی شبنم افشانیوں نے بھی کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔ اور گُل بھی دیکھو۔ تو کیسے جوبن پر آئے ہیں ؎
فطرت رنگیں بھی موجوں پر ہے آئی ہوئی
خندہ گُل پر ہے نظر بُلبُل کی للچائی ہوئی
دیکھ کر پھولوں کی رونق کو تڑپ جاتا ہے دل
ہے صبا کی چال بھی گلشن میں اٹھلائی ہوئی

وِدیارتھی۔ غنچے مست اور جھومے ہوئے ہیں۔ مکھیوں کے زمزمے شہد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہوائیں ترنم خیز ہیں۔ نظر میں تبسم ریز ہیں ؎
پھول کی نیرنگیوں پر ہے بہار آئی ہوئی
فطرتِ گُل ہے پیام زندگی لائی ہوئی

مہارتھ۔ بن کی ایسی بہار چھوڑ کر بستی میں کون جائے؟
وِدیارتھی۔ بستی میں کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو آرائش سے خالی ہو۔ یہاں

کوئی شے ایسی نہیں۔ جو اُداس کرنے والی ہو ؎

یہاں ہر شے میں وسعت ہے۔ وہاں ہر چیز میں تنگی
وہاں ہر شے میں بے لُطفی یہاں ہر شے میں نیرنگی
وہاں پھیکی ادائیں ہیں یہاں دلکش فضائیں ہیں
یہاں پاکیزہ نظری ہے وہاں مَیلی نگاہیں ہیں

مہارتھ۔ جو بھی پھُول ہے۔ اُس میں جادُو ہے، اثر ہے۔ پیار ہے۔ جتنی بھی تصویریں ہیں سب میں زندگی بیدار ہے۔

سنتھو۔ اِس پر بھی ہمارے راجکمار سدھارتھ کا جی اُداس ہے۔ نہ جانے آنکھوں کو یہ درشیہ نہیں بھاتا۔ یا دل کو کسی اور ہی چیز کی پیاس ہے ؎

آنکھ ورنہ کون سی ہے جو تماشائی نہ ہو
ہے طبیعت کیا یہاں جو آن کر آئی نہ ہو

مہارتھ۔ (سدھارتھ سے) پیارے سدھارتھ بات کیا ہے؟ کچھ مُنہ سے تو بولو ؎

محوِ جمالِ گُل ہو نہ شیدائے بُو ہو تم
اِس باغ میں بھی سبزۂ بیگانہ خُو ہو تم
کیا شے ہے جو ذریعۂ دلبستگی نہیں
ایسی بہار میں بھی تمہیں کیوں خوشی نہیں

سدھارتھ۔ ؎

صبا کیسی کہاں کا گُل۔ بہارِ بوستاں کیسی
کہاں کے خوشنما یہ پھُول اور نیرنگیاں کس کی
نظر آتی ہے۔ امرت میں یہاں تو زہر کی جھلک

مٹ جاتا ہے ایک ہی بات میں یہ سلسلہ سارا

مہارتھ۔ آخر کوئی وجہ؟

سدھارتھ۔

کیا بتاؤں کیوں کلیجہ منہ کو آتا ہے میرا
کیوں یہ شیرازۂ غم بکھرا جاتا ہے میرا
کیوں پھٹا جاتا ہے سینہ دل بھر آتا ہے کیوں
دل میں دریائے الم اُمڈا چلا آتا ہے کیوں

مہارتھ۔ کیا کچھ گھر کا خیال ہے یہاں کا سہانا سماں آنکھوں کو نہیں بھایا ہے۔ یا کوئی روح چک نظارہ دیکھ پایا ہے؟

سدھارتھ۔ اِس سے زیادہ روح چک نظارہ اور کیا ہوگا؟

بے زباں کا ان زباں والوں کو کیسا درد ہو
کون سا دل ہے۔ کہ جس میں دوسرے کا درد ہو
جیو بے دردی سے کیوں دشمن بنا ہے جیو کا
اپنے مطلب کے لئے ہے کس طرح محو جفا

مہارتھ۔ آپ کا دھیان کہاں جا پہنچا؟

سدھارتھ۔ اُس کسان کی روٹی میں جہاں محنت اور مشقت کے ساتھ بے دردی بٹی ہے۔ جہاں امرت کی گلی زہر کے کانٹے میں کھلی ہے۔ تم کیا نہیں دیکھتے۔ وہ جیو جو ہماری طرح دل اور دل میں غم اور خوشی کا احساس رکھتے ہیں۔ وہ جیو جو ہماری طرح دُکھ اور سُکھ کو محسوس کرتے ہیں۔ کس طرح جیو کے ہاتھوں دُکھ پا رہے ہیں۔ کس بے بسی کے ساتھ یہ کندھوں پر دوسروں کا بوجھ اُٹھا رہے ہیں۔

شکوے شکایت نہیں مانا زباں نہیں
کیا اِن غریب جیوں کے جسموں میں جاں نہیں

مہارتھ۔ تُم کیا اُن ہل میں جُتے ہوئے بیلوں کا وچار کر رہے ہو۔

سدھارتھ۔ اُن کی حالت رحم کے قابل ہے۔ ہماری طرح اُن کے بھی سینے میں دِل ہے۔ دِل والو! دیکھو۔ غور سے دیکھو۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ کِس طرح جوئے کے بوجھ اور اُس کی رگڑ سے اِن غریب بَیلوں کے کندھے گھائل ہو رہے ہیں۔ پینی کی مار سے کِس طرح اُن کی کھال میں گہرے زخم ہو گئے ہیں۔ ذرا اُس پھالی کو دیکھو۔ جو ہل میں لگی ہُوئی دھرتی کو پھاڑ رہی ہے۔ نہ جانے یہ زمین میں بسنے والے کتنے ہی نردوش جیوؤں کے معصُوم جیون کی بستی اُجاڑ رہی ہے ؎

ظُلم کیا ہوتا ہے یہ تم نے کبھی سوچا ہے
مَیں تو یہ دیکھ کے حیران ہُوں یہ کیا ہوتا ہے
کِس طرح پران بیچاروں کا مِٹا جاتا ہے
کیا کسی اور بھی اِنساں کو ترس آتا ہے

مہارتھ۔ یہ باتیں تو سرشٹی میں آد (ابتدا) سے چلی آتی ہیں۔ آپ کو ان کی کیا پڑی ہے؟

سدھارتھ۔ جِس کو دُوسرے کا درد نہیں۔ وُہ کیا اِنسان کہلانے کا حقدار ہے۔ جِس دِل میں دوسرے کے لئے تڑپ مُوجود نہیں۔ وُہ دِل کیا ہے۔ پتھر کا ٹکڑا ہے۔ فولاد کی تلوار ہے ؎

بجائے ایسے دِل کے ایک سِل اچھی ہے سینے میں

جئے مطلب کو اپنے فائدہ کیا ایسے جینے میں
اسی سے تو ملا ہے دِل کہ دِل والوں کا دِل رکھیں
ہے بے قیمت نہ کچھ بھی آب ہو کر آبگینے میں

{ سامنے خرگوش کے تعاقب میں
بھیڑیئے کو دوڑتا دیکھ کر }

وُہ دیکھو سامنے کیا ہوتا ہے ؟ زور آور کمزور کے پیچھے پڑا ہے۔ اِدھر وُہ دیکھو۔ بگلا مچھلی کی گھات میں کھڑا ہے۔

[تالاب کے کنارے ایک سانپ
مینڈک کو نِگل جاتا ہے چیل جھپٹ
کر اُس سانپ کو اُڑا لے جاتی ہے]

وُہ دیکھو۔ سانپ نے کس طرح مینڈک کو پیٹ میں ڈالا ہے۔ اُف!
کیسا سنسنی خیز درشیہ۔ وہی سانپ چیل کی حرص کا نوالا ہے۔

مہارتھ۔ یہی پرماتما کا قانون ہے۔

سِدھارتھ۔ واہ! کیا خوب قانون ہے؟

یہ ایسے کام میں پرماتما کا نام ہوتا ہے
جو زور آور میں اور کمزور میں سنگرام ہوتا ہے
سمجھ آتا نہیں کچھ کارخانہ کارِقانی کا
بنا کارن ہی پرانی کیوں بنا دُشمن ہے پرانی کا

مہارتھ۔ آپ کیوں ناحق اِس فِکر کے سمندر میں ڈوبتے ہیں؟
سدھارتھ۔ اِس سے زیادہ فِکر کی کون سی بات ہے۔ اِس سنسار میں جیو جیو کا دُشمن بنا ہے۔ خوبصورت سرشٹی کے پردے میں ایک جیو دوسرے

جیو کے خون سے اپنا دامن آلودہ کر رہا ہے۔ مکھی سے لیکر شہباز تک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک سب اسی سنگرام میں مشغول ہیں۔ کیا یہی دنیا میں اور شانتی کے اصول ہیں۔ جب بھگوان کا ہی جیو بھگوان کے جیو کا کال ہے۔ تو پھر کیوں کہتے ہیں۔ کہ بھگوان سب کا پرتی پال ہے ؎

ایک ہنسا ہے جو پھیلی ہر طرف ہے اس زمانے میں
امن کیسا ہے کیسی شانتی اس کارخانے میں
ہے سورج آگ برساتا نسیم صبح گاہی پر
بڑا ہے جو وہ آمادہ ہے چھوٹے کی تباہی پر

—— پٹاخے کی آواز ——

(سین ٹرانسفر ہوتا ہے۔)

ایکٹ پہلا سین تیسرا

نظارہ

(اسی بن کا دوسرا حصہ)

دوران پرواز میں ایک شکاری کا تیر کھا کر ایک راج ہنس تڑپتا لوٹتا ہوا زمین پر گرتا ہے۔

سدھارتھ - (دیکھ کر) ظلم - انیائے - ارتھ - آکاش کی اونچی - اونچی فضاؤں
میں سوتنترتا (آزادی) سے اڑنے والا کیسی سوارتھ کے پتلے نے اس کو
بھی حرص کے تیر کا نشانہ بنا ڈالا - دنیا کا دل کتنا سیاہ ہے - بے مطلب
بنا کارن معصوموں اور بے زبانوں کا بدخواہ ہے -

(راج ہنس کو دکھی دیکھکر اٹھاتا ہے)

آ آ - پیارے ننھے - تجھے جنگل کی مستی دستوں کے ساتھ ہمکنار کر
لوں - اپنے پریم کی ناپایدا کنار موجوں سے تجھے اور تیرے زخمی بدن
کو ڈھانپ لوں -

(راج ہنس کو پچکار کر)

آہ! درد سے کراہ رہا ہے - کیسا گھاتک (کاری) تیر نادان کو مارا
فنا کے پیکر نے اپنی آئی کو بھی نہ وچارا - اے انسان! خود غرضیوں نے
کیوں تجھے اندھا کر دیا - سوارتھ نے کیوں تجھے پیٹ کا بندہ کر دیا ہے

مٹنے والوں کو نہ تو ناشاد رکھ
کچھ تو شرم شکوۂ بیداد رکھ
تجھ میں انداز تغافل ہی سہی
بے زبانوں کی بھی تو کچھ یاد رکھ

پھڑپھڑاتا ہے - درد ہے - لیکن ضبط اور خاموشی سے دکھ اٹھاتا ہے -
پیڑا کا احساس زبان پر نہیں آتا ہے - حیوان ہے - بے زبان ہے -

شوخیاں صیاد کی بھی کیا قیامت ڈھا گئیں
جان پر معصوم کی بھی رنج و غم برسا گئیں

بدلیاں کیا نیتِ بد کی بدل کر آ گئیں
ننھی ننھی کونپلوں میں بجلیاں دوڑا گئیں

(ہنس سے) مت تڑپ! پیارے پکشی مت تڑپ۔ میں جانتا ہوں۔ تو نردوش ہے۔ تو نے شکاری کا کچھ نہیں بگاڑا ہوگا۔ پروں کو پھڑپھڑا کر مجھ سے کیوں پلا چھوڑاتا ہے۔ کیا میرا روپ بھی تجھ کو ویسا ہی بھیانک نظر آتا ہے؟ نہیں پیارے۔ میرے روپ میں کوئی بھی ایسی بات نہیں۔ میرے ہاتھوں میں ہمدردی کا جذبہ ہے۔ اور وہ تیرے کام آئیں گے۔ میرے دیدوں میں شرم و حیا کا جذبہ ہے۔ اور وہ تیرے لئے آنسو بہائیں گے۔ اس ذات سے کسی جیو کے ساتھ انیائے نہیں ہوگا۔ تو سمجھ لے کہ تو اب ماتا کی گود میں آ گیا ہے

بتا کہاں سے تو آیا ہے اے نونہال میرے
چلا تھا کون سی دنیا کو خوش جمال میرے
فلک کا کوئی تو ٹوٹا ہوا ستارا ہے
یہ میری گود میں کس نے تجھے اتارا ہے
ملیں کہاں سے تجھے ایسی نیلگوں آنکھیں
کہاں سے لایا تو اپنی یہ پُرفسوں آنکھیں
ترے یہ ننھے سے بازو کئے قلم کس نے
کیا ہے ہستیٔ معصوم پر ستم کس نے

مہارتھ۔ راجکمار! یہ تم نے کیا کیا۔ اس کے لہو سے اپنے شاہی لباس کو گندہ کر لیا۔؟

سدھارتھ۔ کیا ایک ننھے بچے کے مَل اور موت سے بھی اس کا لہو زیادہ غلیظ ہے۔ کیا بچے کے مَل اور موت کو دیکھ کر ماں بچے کا موہ چھوڑ

دیتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اس کے کومل شریر میں تیر چھپا ہے۔ رگ رگ سے خون بہہ رہا ہے۔ اس کا سارا جسم لہو لہان ہے۔ اور تجھے میرے لباس کا دھیان ہے ؎

جو اس کو رنج ہے اُس کا ملال کس کو ہے
جو اس کو درد ہے اُس کا خیال کس کو ہے
ذرا سے خون کے قطرے سے تو جو ڈرتا ہے
کچھ اُس کا درد نہیں جو دُکھ سے مرتا ہے

سدھارتھ راج ہنس کے بدن سے تیر نکالتا ہے۔ راج ہنس تڑپتا ہے

دیکھو۔ تو کس طرح تڑپ رہا ہے ؎

پھنسی ہے اک ذراسی جان کیسی یاس حرماں میں
ذرا سا تار باقی ہے گریبانِ رگِ جاں میں
بہت آغاز دیکھے ہیں بہت انجام دیکھے ہیں
کبھی تصویرِ عبرت بھی کھچی ہے چشمِ حیراں میں

شارد۔ بیچارہ تڑپتا ہے۔ لیکن درد کو بیان نہیں کر سکتا ؟

سدھارتھ ؎

ظلم اُس سے بڑھ کر کیا کچھ ڈھائے گا
اس سے بڑھ کر کیا کوئی سہہ جائے گا
دیکھتے ہیں جو تڑپنے کا مزہ
اُن کو بھی اک دن کوئی تڑپائے گا

سلنبھو۔ (سدھارتھ کے ہاتھ میں تیر کو غور سے دیکھ کر) کتنا تیز پیکان ہے۔

سدھارتھ۔ ذرا میں بھی تو اس کو اپنے جسم میں چبھو کر دیکھوں؟

(چبھوتا ہے)

اُف کتنا بڑا درد ہوتا ہے ؎

ستمگر کتنا ہی بیداد گر ہے
جفا پیشہ وفا سے بے خبر ہے
شکاری کا کڑا کتنا جگر ہے
کہ معصوموں کا نالہ بے اثر ہے

سلنبھو۔ (سدھارتھ سے) یہ تو تمہاری کلائی لہو لہان ہو گئی؟

سدھارتھ۔ اس کا لہو میرے لہو سے کچھ کم قیمت ہے؟ نہیں اس میں بھی وہی آتما ہے۔ جو میرے شریر کی دنیا میں بس رہا ہے۔ اس کا دل بھی اسی کیفیت کا مالک ہے جس کا بادل میرے جذبات پر برس رہا ہے۔

سلنبھو۔ لو۔ یہ کپڑا باندھ لو۔

سدھارتھ۔ مجھے اپنے زخم کی پرواہ نہیں۔ مجھے تو معمولی زخم لگا ہے۔ لیکن اس کے گھاؤ کی تھاہ نہیں۔ جب تک اس کا زخم اچھا نہ ہو جائے گا۔ میرے دل اور جسم کا زخم کس طرح بھر آئے ؎

اس کی گھبراہٹ نے دل گھبرا دیا
درد نے اس کے مجھے تڑپا دیا
میرا دل تو سخت ہے سہہ جائے گا

اس کو کب تک دیکھئے تڑپائے گا

(پریم دت کا کندھے پر ترکش
ڈالے۔ اور ہاتھ میں کمان لئے
بڑی پھرتی سے داخل ہونا)

پریم دت۔ نہیں ہے۔ میرے تیر کا نشانہ یہیں آ گرا ہے؟

(راجکمار سدھارتھ کی گود میں راج
ہنس کو دیکھ کر)

لاؤ۔ لاؤ۔ راجکمار یہ ہنس میں بڑی مشکل سے نیچے گرایا ہے؟

سدھارتھ۔ بڑی مشکل سے؟ اوہو! مٹھی بھر ہڈیوں کا ڈھانچہ۔ اس کا نیچے گرانا بھی کوئی مشکل کام تھا۔ یہ بھی کیا کسی چھتری اور راکشس کا سنگرام تھا۔ پریم دت۔ پریم دت۔ تم نام کے پریم دت ہو۔ کام کے نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تمہارے ہاتھوں میں پریم کی دولت کا ایک حبہ نہیں۔ تمہاری آنکھوں میں پریم کے آنسوؤں کا ایک قطرہ نہیں؟

پریم دت۔ تم سمجھتے ہو کہ میں نے اس کو نہیں مارا۔

سدھارتھ۔ مارا؟ کیا مارا؟ بیر تھے۔ تو کسی شیر کو مارتے۔ شیر تھے۔ تو کسی ہاتھی کا سر اتارتے۔ بے زبان۔ بے کس۔ بے یار و مددگار پنچھی جس کا وزن۔ آدھ پاؤ سے زیادہ نہیں۔ جو صرف چٹکی کی آواز سے مر جائے۔ اس کو مارنے پر اتنا ناز؟

اٹھلا کے چل نہ او ستم ایجاد خیر ہے
اس خانماں خراب سے کیا تجھ کو بیر ہے
اچھا یہ تیرا شغل ہے اچھا یہ سیر ہے

معصُوم کی تو جان ہے اور تیرا پیر ہے
بے کس پہ ۔ بے زباں پہ گرانبار تُو نہ ہو
یہ خستہ جاں ہے درپۂ آزار تُو نہ ہو

پریم دَت ۔ کچھ بھی ہو ۔ یہ میری چیز ہے ۔ اَور مَیں ہی اُس کو لُوں گا ۔
سِدھارتھ ۔ کیا سِتم کی کوئی اور نئی طرز ایجاد کرنی ہے ۔ کوئی اور بے داد کرنی ہے ؟ اس غریب میں اَور دَم نہیں ۔ اگلا سِتم ہی کچھ کم نہیں مَیں اِس کی خاطر تم سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں ۔
پریم دت ۔ یہ میرے پاس رہے گا ؟
سِدھارتھ ۔ اِس کے دِل میں تمہارے لئے محبت کی کوئی گنجائش نہیں ۔ جو ایک مرتبہ تجھ سے ایذا پائے گا ۔ ہمیشہ تجھ سے خوفزدہ رہے گا ۔ یہ پُرانا اُصول ہے ۔ کوئی نئی آزمائش نہیں ۔
پریم دت ۔ شِکار پر شِکاری کا ادھیکار ؟
سدھارتھ ۔ کچھ اور بھی باقی ہے ۔ ظلم و سِتم کا ویوہار ۔ رحم کرو ۔ بھائی رحم کرو ۔

کچھ اور طرز جفا ہے باقی
غریب پر آزماؤ گے کیا
یہ نقش وہ ہے جو مٹ رہا ہو
مٹے ہُوئے کا بناؤ گے کیا
یہ جان وُہ ہے جو جا رہی ہے
یہ روح وُہ ہے جو بجھ رہی ہے
غریب جاں کی رگ نفس پر

تُم اور نشتر چلاؤ گے کیا ؟

پریم دَت۔ یہ میرے تیر سے گِرا۔ اِس کا حقدار میرے سوا کوئی نہیں اِ

سِدھارتھ۔ اِس پر نہ میرا حق ہے۔ نہ تُمہارا ؟

پریم دت۔ پھر کِس کا ہے اجارہ ؟

سِدھارتھ۔ رحم کا۔ محبّت کا۔ پیار کا۔ دیکھو۔ تو۔ اِس کے پروں میں فرشتوں کی سی معصُومیت کے پاکیزگی کے کیسے روشن ستارے چمک رہے ہیں۔ اِس کی نگاہوں میں کیسے اثر گیر آنسوؤں کے موتی ڈھلک رہے ہیں۔ اِسکی حسرت آشنا آنکھوں میں پریم کا وہ میخانہ ہے۔ جِسکی فضا سے میرے دِل کا ہوش دیوانہ ہے ؎

نہیں اِس سے جُدا ہونگا نہ یہ مجھ سے جُدا ہوگا

بَھلا ہو جائے گا اِس کا تمہارا کیا بُرا ہو گا

پریم دَت۔ اوہو! اتنا پریم ؟

سِدھارتھ۔ یہ میرے ہی نہیں۔ تمہارے بھی پریم کا حقدار ہے موت اور زندگی کی کشمکش میں گھبرا اُٹھا رحم دِل رحم کا طلبگار ہے۔

؎ یہ مانا تم ستمگر فتنہ گر ہو

عِلاج اِس کا بھی کوئی چارہ گر ہو

ستم تم کو سِکھلایا ہے کِسی نے

اِسے بھی تو بنایا ہے کِسی نے

پریم دت۔ اِتنے کمزور دِل۔ جب تُم ایک زخمی جانور کو دیکھ کر بُزدلوں کی طرح ڈرتے ہو۔ اتنے بڑے ہو کر بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ تو میدانِ جنگ میں کیا کر لو گے ؟ چھتریوں کے شہرت

کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ دھر لوگے۔
سدھارتھ۔ کیا کسی بے زبان پکشی کی زندگی کے چراغ کو بجھا دینا ہی دیرتا ہے۔ کیا جُھنگوں کو مسل دینے کا نام ہی رن دھیرتا ہے۔ سے

ذرا سا خار چبھ جائے تو تم بے زار ہوتے ہو
ذرا سا درد سر ہو جائے تو بیمار ہوتے ہو
ستم ہے بے زبانوں پر کرو تم تیر اندازی
گھمنڈ اتنا کہ تم نے جیت لی کوئی بڑی بازی

پریم دت۔ جانتے ہو۔ میں نے کس تکلیف سے اس کو حاصل کیا ؟
سدھارتھ۔ جانتے ہو۔ میں نے کس ہمدردی سے اس کو گود میں لیا۔ ؟
پریم دت۔ شاہی شان دوسروں کے حقوق لتاڑنے میں نہیں ؟
سدھارتھ۔ تکلیف بھی کسی چیز کے بنانے میں ہے۔ بگاڑنے میں نہیں ؟ سے

جو مارو دوسروں کو تم ذرا تم بھی تو مر دیکھو
لگایا ہے اسے گر زخم تو اچھا بھی کر دیکھو

پریم دت۔ پھر تو یہ معاملہ مہاراج کے پاس جائے گا۔ راج ہنس کس کا مال ہے۔ راج سبھا میں نیائے ہو جائے گا۔
سدھارتھ۔ تو چلو۔ راج سبھا کا دھرم سبھا بھی میرے خلاف فیصلہ

نہیں کر سکتی سہ
پریم جس کے دِل میں ہے وُہ پریم کا حقدار ہے
پریم کی وستو کا پریمی جن کو ہی ادھیکار ہے

گانا (سِدھارتھ کا)

۱۔ تو مٹا دے گا کِسی کو کیا بھلا ہو جائے گا
کیا خبر تجھ کو نہیں تو بھی فنا ہو جائے گا

۲۔ آہ سے مظلوم کی گر سامنا ہو جائے گا
ٹکڑے ٹکڑے تیرے دِل کا آئینہ ہو جائے گا

۳۔ توڑ لے اب تو ستم لیکن بنے گا کیا تیرا
جب کِسی معصوم کا نالہ رسا ہو جائے گا

۴۔ دِل دُکھا کر دوسروں کا تجھ کو ہوتی ہے خوشی
تو بھی صرف کاہش بے انتہا ہو جائے گا

۵۔ تیری خاطر جو بنیں اُن صورتوں کو مت مِٹا
تیرا اپنا ہی مزا سب کِرکرا ہو جائے گا

۶۔ دِل وُہ ہے بیکار آمادہ بُرائی پر ہے جو
دِل سے اچھے کام کر دِل کام کا ہو جائے گا

۷۔ دِل میں اُس کا خوف کر قدرت سے اُس کی پیار کر
ایک کا ہو جا تو پھر سب کچھ تیرا ہو جائے گا

ایکٹ پہلا سین چوتھا

نظارا۔ راج سبھا

کپل وستو کے راجہ شتودھن کا دربار

راج سبھا میں پردھان۔منتری۔امیر
وزیر سب متمکن ہیں۔

گانا (رقاصہ عورتوں کا)

عشرت نگار۔آشکار۔اندرسا دربار
دِل پذیر۔بے نظیر۔راج کی بہار
گلفشانیاں۔ہیں شادمانیاں۔اَمِٹ ہے بھنڈار
کیا حُسنِ سرفرازی ہے۔
کیا شانِ دلنوازی ہے۔
شری مہاراج ادھیراج شتودہن کی
دولت کی دُرفشانی ہے
دُنیا میں حُکمرانی ہے
وِشو بھر میں دھاک ہے شتودہن کی

(جانا)

شنتودھن۔ جب آدمی کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔ تو وُہ اُس کی خواہش کرتا ہے۔ جب خواہش پربل ہو جاتی ہے۔ تو اُس چیز کو پانے کا پریشرم کرتا ہے۔ اور جب پا لیتا ہے۔ تو یہ چنتا رہتی ہے۔ کہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ ؎

یہ نٹ رکھا عجب اِک جال سا مایہ نے دُنیا پر
نئی دُبدا نکل آتی ہے اور اک اگلی دُبدا پر
سمجھ آتا نہیں تقدیر کا چکر جو چلنا ہے
جو سُو کھا پیڑ ہے وُہ پھُولتا اور پھلتا ہے

وزیر۔ شریمان اِسی کا نام تو مایا ہے۔ ایشور نے ایسا ہی سرشٹی کا نیم بنایا ہے۔ کبھی دُھوپ ہے کبھی چھایا ہے۔

شنتودھن۔ مَیں بھی مُدت سے اِسی اُلجھن میں پڑا ہُوں۔ کہ بے اولاد تھے تو اولاد حاصل کرنے کے لئے کیا کیا نہ کیا۔ اولاد مل گئی۔ تو اُس کی فکر سے کون کون سا آرام نہ لیا۔ راج کُمار سِدھارتھ کی جنم کُنڈلی کا خیال کرتا ہُوں۔ تو پھر دل سرد آہیں بھرتا ہوں ؎

کہیں قسمت نہ کوئی چال میرے ساتھ چل جائے
کہیں دولت مُرادوں کی نہ ہاتھوں سے نکل جائے

راجگورو۔ راجکمار کی جنم کُنڈلی تو بڑی مُبارک ہے۔ شبھ گرہ صاف صاف کہہ رہے ہیں۔ کہ یُوراج بڑا ہی پرتاپی اور چکرورتی نرلیش بنے گا۔

شنتودھن۔ اور یہ نہ ہو سکا۔ تو ایک تیاگی درویش بنے گا۔

راجگورو۔ شبھ کے ساتھ اشبھ کا میل ہے۔ یہی تو بدھاتا کا وچتر کھیل ہے۔

شنتو دھن۔ ابھی سے اُس کے دل میں رحم اور ہمدردی۔ سیوابھاؤ اور پریم کی لہریں چل رہی ہیں۔ یہی لہریں کبھی دریا ہو کر ناپیدا کنار سمندر کی شکل اختیار کر سکتی ہیں۔ بیماریاں۔ جو ابتدا میں معمولی سی ہوتی ہیں کبھی نہ کبھی مہلک صورت میں اپنی طاقت کا اظہار کر سکتی ہیں ؎

ابھی سے چیونٹی کو دیکھ کر وہ پیر دھرتا ہے
دُکھا جائے کسی کا دل کوئی دل اُس کا ڈرتا ہے
ابھی سے گر یہ حالت ہے۔ تو کیا جانے کہ کیا ہو گا
تمہارا بادشاہ ہو گا۔ کہ در در کا گدا ہو گا

وزیر۔ بھوپتی! چھوٹے سے چاک کو ہی رفو کر دیں۔ تو کپڑے کے زیادہ پھٹنے کا ڈر نہیں رہتا۔

پردھان۔ حالت بدلی ہوئی دیکھ پاؤ۔ تو دُنیاداری کا جال بچھاؤ۔

وزیر۔ نیک صلاح ہے۔ ایسا کون سا پرندہ ہے۔ جو اس جال میں نہ پھنسا۔ کس کی غلامیوں کی رسیوں کو ان نازک ہاتھوں والی رمنیوں نے نہیں کسا۔ عورت کے تبسم کے شگفتہ پھول شباب کی اُمنگوں کو بے حس و حرکت بنا دیتے ہیں۔ جب وہ خمار انگیز لذتوں سے لطف اندوز کرتی ہے۔ تو اُس کے غمزے کھیلتے ہوئے خون کی گردش کو جما دیتے ہیں ؎

مایا دھاری بھی ایسی مایا کا ہے جکڑا ہُوا
چھوٹ سکتا ہی نہیں اِس جال کا پکڑا ہُوا

خواص۔ تو یہ جال راجکمار کے جذبات پر کبھی کا بچھ چکا ہے۔

شنتو دھن۔ کس طرح ؟

خواص۔ ونڈہ پالی کی کماری گوپا کے تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں کے خیال سے راجکمار کے شباب کی تشنگی بیدار ہوچکی ہے۔ زندگی کی تمام لذت نوجوانی میں جمع ہوکر اُس پر نثار ہوچکی ہے۔

شتودہن۔ کیا یہ سچ ہے؟

خواص۔ جی ہاں۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ پچھلے سال پار تیر بست بانٹتے ہوئے کِس طرح راجکمار نے اپنے تخیل کو اُس کے حسن کی رنگین فضا میں جذب کر دیا۔ اور کِس طرح اس کی نگاہوں نے راجکمار کے نازک بدن کے روئیں روئیں کو تمناؤں کی آگ سے بھر دیا۔

شتودہن۔ پھر تو جوڑی بھی خوب ہے۔

وزیر۔ طرفہ یہ کہ ایک دُوسرے کو مرغوب ہے۔

راجگورو۔ اور اُس چکوری کو اِس نو طلوع چاند سے مِلا دینا ہمارا انُہارا دھرم ہے۔

(سدھارتھ اَور پریم دَت کا داخلہ)

پریم دَت۔ مہاراج ادھیراج کی جے ہو۔ یہ چھتریوں کا شاہی دربار ہے۔ نیائے ایک ہی میزان میں تُلتا ہے۔ چاہے کوئی پرجا ہے۔ یا راجکمار ہے۔

شتودہن۔ نیائے (انصاف) کا کون طلبگار ہے؟

سدھارتھ۔ ہم دونو۔

پریم دَت۔ (سدھارتھ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہنس کی طرف اشارہ کرکے) مہاراج اِس ہنس کے قبضے کا سوال ہے۔ اِس وقت جس پر راجکمار کا ناجائز قبضہ ہے۔ یہ واستو میں میرا مال ہے۔

شنتو دہن - کس طرح -
پریم دت - مَیں نے اُس کو شکار میں گھائل کیا -
سدھارتھ - مَیں نے اُس کو دوبارہ جیون دان دیا -
پریم دت - میرا تیر اُس کو آکاش سے زمین پر لایا -
سدھارتھ - میری تیمارداری نے اُس کو آکاش میں اڑنے کے قابل بنایا -
شنتو دہن - اب سوال کیا ہے ؟
پریم دت - راجکمار میری چیز کو کیوں قبضہ میں لایا -
سدھارتھ - تم نے اس کو کیوں نشانۂ ستم بنایا ؟
پریم دت - کھانے کے لئے -
سدھارتھ - ایک بے زبان جیو کو کھانے کا حق تم کو کس نے دیا -
پریم دت - وید اور شاستر نے -
سدھارتھ - یا تو وہ اور شاستر ہے خود غرض انسان کا بنایا - یا اُس کا ارتھ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا - وید ایشور یہ گیان ہے - تو پھر یہ بتلایئے جیووں کی اہنسا میں کس کا نقصان ہے -
پریم دت - کسی کا نہیں -
سدھارتھ - ایشور پسند کرے گا - کہ تم اُس کی سرشٹی کو مٹا دو - باغبان چاہے گا - کہ اُس کے پھولوں کی کلیاں نوچ کر ویرانہ بنا دو - ایسا نہیں ہے -

تو پھر کس حق سے تم اُس کی سرشٹی کو مٹاتے ہو
یہ کس حق سے لہو تم بے زبانوں کا بہاتے ہو
کہاں کا دھرم ہے یہ اور کہاں کا یہ نیائے ہے

تمہارا کچھہ نہیں کھاتے ہیں جو تم اُنکو کھاتے ہو

پریم دت۔ چھتری کا کرتویہ ہے۔ کہ شکار کھیلے اور کھائے۔

سِدھارتھ۔ معصوم پکشیوں کا یا خونخوار درندوں کا؟

پریم دت۔ جو مِل جائے۔ یا من کو بھائے۔

سِدھارتھ۔ پھر یُوں کہو۔ کہ چھتری بے گناہوں اور کمزوروں کی رکھشا کے لئے نہیں۔ اُن کو بھکشن کرنے کے لئے پیدا ہُوا ہے سہ

چھتری نہ سمجھئے اُسے جلاد سمجھئے
رشیوں کی ناخلف اُسے اُولاد سمجھئے
چھوڑا ہے جس نے جیو کی رکھشا کے دھرم کو
پائے گا کیا وُہ آگے اہنسا کے دھرم کو

شُتودھن۔ منتری گن تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔

وزیر۔ راج کمار کا کہنا بجا ہے۔

شُتودھن۔ لیکن یہاں انصاف کا تقاضہ ہے۔ کہ مجھے خوش کرنے کے لئے یُوراج کا پکش نہ لیا جائے۔ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی دکھا دیا جائے۔

وزیر۔ انصاف ہی یہ کہتا ہے۔ کہ ہنس راج کمار کا مال ہے۔

شُتودھن۔ تم سب کا یہی خیال ہے؟

سب۔ جی ہاں!

وزیر۔ مر جاتا۔ تو اِس پر ہوتا شکاری کا ادھیکار۔

سِدھارتھ۔ اور زندہ کا میں بھی نہیں ہُوں حقدار۔ یہ سرشٹی کا آزاد جیو ہے۔ اور اپنے جیون کا یہ خود آپ ہی حقدار ہے۔ جو اِس کی آزادی

چھین سے وہ غاصب اور جفاکار ہے سہ

پیدا ہوئے آزاد جب آزاد رہنا چاہیئے
پانی سدا ڈھلوان کے رُخ کو ہی بہنا چاہیئے
حق سب کا پیدائشی سوادھین دُنیا میں ہے
سوادھینتا ہی سوانس ہے جیووں کے جیون کیلئے

گانا (سدھارتھ کا)

۱- پرآدھین دُنیا میں جینا بُرا ہے
پرآدھینتا اِک مرض لادوا ہے
۲- غلامی کا جوا ہے گردن پہ جس کی
پشو ہے سراسر وُہ انسان کیا ہے
۳- سوادھینتا کی ہے سُوکھی بھی اچھی
غلامی کی چُپڑی میں تو سنکھیا ہے
۴- سوادھینتا کی ہے محنت میں عزت
غلامی کے رُتبے میں نرلجتا ہے
۵- ہے جنت پرآدھینتا کی جہنم
سوادھینتا کا نرک جانفزا ہے
۶- نہ سدھرے گا دین اور نہ سدھریگی دُنیا
گر اس عارضے میں کوئی مبتلا ہے
۷- تُو پرواز کرکے دکھا ہنس مجھ کو
کہ آزاد دُنیا میں کیسا مزا ہے

زبانی۔ جا تجنگل کی وسعتیں تیری منتظر اور صحرا کی فضائیں تیری تشنہ ہیں۔

(ہنس کو اُڑا دیتا ہے)

ایکٹ پہلا پردہ ۵

کامک

دکھاؤ۔ کالی استھان

(دھورت ناتھ اگھوری کا آنا اور گانا)

گانا

۱۔ بڑا مزہ ہے سادھو پن کیا گلچھرے اُڑاتے ہیں
بے محنت کا بھوجن کرتے مال ملیدہ کھاتے ہیں

۲۔ دُنیا داروں کے مُرشد ہیں جنتر پتر چلاتے ہیں
کھلے وچرتے ہیں دُنیا میں منہ مانگا دھن پاتے ہیں

۳۔ کچھ پرہیز نہیں ہے ہم آزادی کے ناطے ہیں
مُرغ کبوتر تیتر تلیر سب کچھ چٹ کر جاتے ہیں

۴۔ راکھ کی چُٹکی کے دارو سے سارے روگ بھگاتے ہیں

غرض بڑی ہے اس دُنیا میں سب نذرانے لاتے ہیں

۵۔ دانا بھی مورکھ بھارت کے ہم کو مُفت کھلاتے ہیں
بھگوا بھیس بڑا اُن دانا اسکے ہی گن گاتے ہیں

دُھورت ناتھ:۔ درحقیقت سادھو بننے میں بڑا آرام ہے، درحقیقت نہ جھنجھٹ ہے نہ کوئی کام ہے۔ دُنیا میں سب پاپڑ بیلے۔ سب کھیل کھیلے درحقیقت جو لُطف اس بھگوی پوشاک میں ہے۔ نہ تخت میں ہے نہ فرشِ خاک میں ہے۔ پڑھتے رہے۔ تو رات دن حقیقت کی پڑھائی۔ پھر درحقیقت ماسٹروں کی مار کھائی۔ نوکری کی دُھن سمائی۔ تو درحقیقت افسروں اور آقاؤں کے لعن وطعن کی زحمت اُٹھائی۔ خونچہ لگایا۔ تو درحقیقت دن بھر جوتا گھسایا۔ اور درحقیقت ایک دھیلا نے بھی شام کو منہ نہ دکھایا کھیتی باڑی کی۔ ہل چلایا۔ تو درحقیقت پلے سے گنوایا۔ آنند دیکھا ہے تو درحقیقت اس شریف اور معصوم پیشے میں۔ نہ پاؤں چلاؤ۔ نہ ہاتھ ہلاؤ۔ جو جی چاہے۔ وہ کھاؤ۔ گرہست کے پیچھے پڑنے کی کیا غرض درحقیقت گرہستھ ہمارے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اور پھر جب یہ دوائیوں کا جھولا اُٹھایا۔ درحقیقت دائم المریض ہندوستانیوں کو اپنا غلام بنایا۔ لوگوں کا بھی درحقیقت فقیری ٹوٹکوں پر بڑا ہی اعتقاد ہے۔ دُنیا دار حکیم کوئی لاکھ اُستاد ہے۔ درحقیقت جب تک اپنے اشتہار میں دوائی کو فقیری عطیہ نہ بتائے۔ کوئی بیمار پیسہ جیب سے نکالنے کی تکلیف نہ فرمائے، درحقیقت سادھو تا میں بڑا ہی مزا ہے۔ اور پھر حکیم سادھو تو درحقیقت پرماتما ہے۔ البتہ اپنے پیشہ کو شہرت دینے کے لئے ایک ایسے اُلو کے پٹھے کی ضرورت ہے ؎

جو میں کہوں کہ دن ہے تو کہدے درحقیقت
جو کچھ جبر کروں میں وہ سہہ لے درحقیقت
(ایک نوعمر لڑکے موڑھ داس کا داخل ہونا)

موڑھ داس۔ جے ہو ناتھ جی کی۔
ڈھورت۔ درحقیقت آنند رہو (خود سے) وہ بھی اُلو کا پٹھا ہے۔ حماقت کا گٹھا ہے۔ جس کی مجھے ضرورت تھی۔ درحقیقت یہی ہے۔ ایشور کی مایا کی پنچھی خود بخود جال میں آیا۔ (بظاہر) کہو بیٹا کون ہو؟
موڑھ داس۔ مہاراج قسمت کا مارا ہوں۔ نوکری نہیں ملتی۔ آشیرواد دیجیے! کہیں روزگار مل جائے۔
ڈھورت۔ درحقیقت بیٹا آجکل روزگار کہاں کہیں ایڑیاں رگڑتے رگڑتے جوتا گھس گیا۔ اور روزگار مل گیا۔ تو یہ سرمایہ دار بڑے۔ درحقیقت چوبیس گھنٹے پشوؤں کی طرح کام کرواتے ہیں۔ اور درحقیقت تنخواہ کے وقت یتیم بن جاتے ہیں۔ کچھ دن بھوکے مروگے۔ درحقیقت آپ ہی چھوڑ جاؤگے۔ پھر کون ایسا موڑکھ پرشاد ہے۔ جو ان مفت خوروں کی نوکری کرے۔ گھر سے کھائے اور درحقیقت اُنکی غلامی میں دو ڈبل کا جوتا گھسائے۔
موڑھ داس۔ پھر بھی چاہیے دو روٹیوں کا سہارا؟
ڈھورت۔ ڈھورت ناتھ کا اٹل بھنڈارہ۔ ہماری جوتیوں کی طفیل۔ درحقیقت روٹیاں تو ہیں دنیا داروں کی ہاتھوں کا میل۔ وہ کماتے ہیں۔ ہم کھاتے ہیں۔ ؎

بچے یہ سب انجان ہیں ہم ان کے باوا جان ہیں
کھانے کو ہمت چاہیئے۔ بیٹے یہ دھنوان ہیں

مورکھ داس - مہاراج! مجھے اپنی ہی سیوا میں رکھ لیجئے۔
دھورت - درحقیقت - تمہارا نام ؟
مورکھ داس۔ مورکھ داس۔
دھورت - درحقیقت نام بھی بڑا ہی کڑا کے دار ہے۔ دھورت کے ساتھ مورکھ تو بڑا ہی اچھا النکار ہے۔ روز دیوالی اور روز میلہ۔ آیا ہنس اکیلا۔ اور جائے گا بھی اکیلا۔ کچھ ہنر بھی آتا ہے۔؟
مورکھ - جی ہاں! زبانی جمع خرچ خوب کر سکتا ہوں۔
دھورت - رائی کا پہاڑ بھی بنا لو۔
مورکھ - کیوں نہیں - کہ بازاری دوا فروش کے پاس بھی رہ چکا ہوں۔
دھورت - درحقیقت تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔
مورکھ - یہ لوگ تو زبان کے پارس سے لوہے کا سونا بنا دیتے ہیں۔ کھڑے کھڑے ہاتھوں پر سرسوں جما دیتے ہیں۔
دھورت - تو درحقیقت تم خوب کھاؤ گے۔ اور گرہستیوں کی چھاتی پر بیٹھ کر انکی کھوپری کا طبلہ بجاؤ گے۔
مورکھ - اب مجھے کیا کرنا ہوگا ؟
دھورت - یہ مشہور کر دو۔ کہ ہمارے گورو درحقیقت بڑے کراماتی ہیں۔ فقیری علاج ایسا کرتے ہیں۔ کہ درحقیقت گولی اندر۔
مورکھ - اور دم باہر
دھورت - ہٹ تیرے کی - دم باہر نہیں - گولی اندر اور مرض باہر۔
مورکھ - اچھا اور ؟
دھورت - اور جنتر منتر سے سوکھے پیڑ کو ہرا کر دیتے ہیں

موڑھ۔ اچھا اَور ؟
دُھورت اور گاہکوں کو پھنسانے۔ اُن کے گھر بار کا پتہ لگانے کے
لئے ہمارے بہت سے چیلے شہر میں گھُومتے ہیں۔

موڑھ۔ اِس کا فایٔدہ ؟
دُھورت۔ سادھُوتا کا قاعدہ ہے۔ درحقیقت اِس سے ہمارے جوتش
کو بڑی مدد ملتی ہے۔ جو کچھ وُہ ہم کو بتا جاتے ہیں۔ ہم اُن کے منہ پر کہہ
سُناتے ہیں۔ اور درحقیقت وُہ ہماری کراماتوں کے قائل ہو جاتے ہیں۔

یہی ہیں ڈھنگ کمانے کے اَور کھانے کے
نہیں تو طور ہیں بگڑے ہوُئے زمانے کے

موڑھ۔ یہ سامنے شاید کوئی مرد عورت اِسی طرف کو آ رہے ہیں۔

دُھورت۔ درحقیقت۔
موڑھ۔ کیا کروُں ؟
دُھورت۔ مَیں سمادھی لگاتا ہُوں۔ تُم نے سبز باغ دِکھلانا۔ شردھا
بڑھانا۔ پھر درحقیقت میں خود سمجھ لُوں گا۔

نیمل داس دلال کا داخِل ہونا۔ اَور
دُھورت ناتھ کے کان میں کہنا

نیمل۔ یہ جو سامنے آتے ہیں۔ اِن کے نام ۔ (کانا پھُوسی کرنا)
دُھورت۔ ٹھیک پتہ لگایا۔
نیمل۔ اجی ! بالکل ٹھیک۔
دُھورت۔ درحقیقت تُم بڑے کام کے آدمی ہو۔
نیمل۔ ہماری دکھشنا ؟

ڈھورت۔ (جھولی سے دو روپیہ نکال کر دیتے ہوئے) درحقیقت جاؤ اور کھاؤ۔
ڈنبھل۔ جی ہاں۔ یہاں سے سیدھا کلال خانے میں جاؤں گا۔
ڈھورت۔ کل بھی کوئی موٹا سا مُرغا پھنسا کر لانا۔
ڈنبھل۔ جے گورکھ ناتھ کی۔
ڈھورت۔ درحقیقت۔

{ ہمت رام اور مالتی کا آنا۔ ڈنبھل کا چلے جانا }

ہمت رام۔ مہاراج کی جے ہو۔
موڑھ۔ وہیں دُور رہیے۔ مہاراج کی سمادھی بھنگ نہ ہو جائے۔ تم لوگ یہاں جنگل میں بھی بیچارے سادھوؤں کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ سویرے چوں جھگھٹا ہونا شروع ہوتا ہے۔ اس وقت کہیں فرصت ملتی ہے۔
ڈھورت۔ درحقیقت بیٹا! یہ شردھالو پُرش ہیں۔
موڑھ۔ مہاراج! ان کی شردھا کو لے کر چاٹیں۔ واقعی یہاں تو ہری بھجن میں بادھا ہوتا ہے۔ جپ۔ تپ آدھا ہوتا ہے۔
ڈھورت۔ درحقیقت (ہمت رام سے) کہو بیٹا ہمت رام۔
ہمت رام۔ مہاراج (حیران ہو کر) آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟
ڈھورت۔ آہاہاہا! (ہنستے ہوئے) بیٹا ہم نے یوگ ابھیاس سے جانا۔ ہم کو تو جانتا ہے۔ زمانہ۔ درحقیقت۔
موڑھ۔ واقعی مہاراج نے دس برس تک ایک پیر سے کھڑے ہو کر تپسیا کی ہے۔

ڈھورت - درحقیقت - بیٹیا ہمت رام مالتی کو کہہ دو - الشور جب دیا پر آئیں گے - تو مرادوں کے سوکھے پیڑ ہرے ہو جائیں گے -
ہمت رام - (مالتی سے) مہاراج تو بڑے کراماتی ہیں - تمہارا نام بھی بتا دیا - پر بوجن بھی سنا دیا -
مالتی - ضرور یہی یہ ہماری مراد پوری کرینگے -
ڈھورت - درحقیقت -
مورکھ - واقعی -
ڈھورت - بیٹیا - چنتا نہ کرو - اس تیری شادی کا پھل ضرور میٹھا آئیگا - ناتھ کی کرپا درشٹی چاہیئے - درحقیقت -
مورکھ - واقعی -
ہمت رام - (مالتی سے) جا پاگل - مہاراج کے چرنوں کی خاک ماتھے پر چڑھالے -
مالتی - (پاس جاکر چرن چھوتی - اور خاک ماتھے اور آنکھوں پر لگاتی ہے)
ڈھورت - ہرے ہرے - استری جاتی -
مورکھ - بائی - ہمارے گورو استری کی تو چھایا سے بھاگتے ہیں - نہ جانے اس وقت کیا دیا آئی - جو چیت نہیں لگائی -
ڈھورت - درحقیقت -
مورکھ - واقعی -
ڈھورت - (ہمت رام سے) اور بیٹیا ! اگر تمہارے دائیں بازو پر کالا نشان ہے - تو ضرور سنتان ملے گی -
ہمت رام - ہاں مہاراج - ہے تو سہی - (پاؤں پکڑ کر) میں تو آپکی کرامات

کا فائل ہو گیا۔

دھورت۔ درحقیقت۔

موڑھ۔ واقعی بھائی۔ تم تو کیا۔ اس در پر تو بڑے بڑے راجے اور مہاراجے ماتھا رگڑتے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ راجہ شتو دہن نے ایک سُو اشرفی بھینٹ کیں۔

دھورت۔ درحقیقت۔

موڑھ۔ واقعی۔

دھورت۔ (ہمت رام سے) جاؤ بیٹا۔ ہم نے جان لیا۔ تم سنتان مانگتے ہو۔ تقدیر میں تو نہیں۔ پرنتو ہم تو بدھاتا کے لیکھ میں میکھ مارتے ہیں درحقیقت۔

موڑھ۔ واقعی۔

دھورت۔ کل آؤ۔ پاؤ بھر دھوپ۔ سیر بھر چندن۔ گز بھر لال کپڑا سُرخ لال کا ایک ذرا سا ٹکڑا۔ سُرخ رنگ کی لکڑی۔ سُرخ پھول لے کر آنا۔

ہمت۔ بہت اچھا مہاراج۔

دھورت۔ اور اپنی بھارجا سے کہنا۔ کل صبح سویرے پانی میں چٹکی بھر سیندُور ڈال کر اشنان کرے۔ اچھے اچھے وستر اور ابھوشن پہن کر اپنے اشٹ دیو کا دھیان کرے۔ اور پھر بنا کھائے پیے۔ اُسی حالت میں تم دونو ہمارے پاس آؤ۔ بدھی بتلاؤں گا۔ کارج بناؤں گا۔

ہمت رام۔ جیسی آگیا۔

دھورت۔ درحقیقت۔

موڑھ۔ واقعی۔

ہمت رام۔ جے ہو ناتھ جی کی۔

(دونو کا جانا)

ڈھورت۔ بٹیا۔ کیا ہی اُلّو پھانسا۔

موڑھ۔ مَیں نے بھی خوب دبا جھانسا۔

ڈھورت۔ اچھا۔ اب جاؤ۔ وہ اُس سامنے والی جھاڑی میں ایک

ٹوٹا ہُوا ماٹ پڑا ہے۔ اُس کو اُٹھاؤ۔

موڑھ۔ لے آؤں؟

ڈھورت۔ نہیں۔ اُس کے نیچے ایک تو شراب کی بوتل ہے اور پتیلی

میں مُرغ کا مانس ہے۔ لاؤ۔ آپ کھاؤ۔ اور ہم کو کھلاؤ۔

موڑھ۔ یہ بات ہے۔

ڈھورت۔ درحقیقت۔

موڑھ۔ تو واقعی یہاں عیش ہی عیش ہے۔

(جاتا ہے)

ڈھورت۔ جب تک آدمی ایسا جال نہ پھیلائے۔ عیاشی کا سامان

کہاں سے آئے۔ بھارت ورش میں رہنا ہو۔ تو سادھو بن کر رہے

پھر پانچوں گھی میں۔ اور سر کڑاہی میں۔

موڑھ۔ (لاتا ہے) لو مہاراج۔

{ ڈھورت بوتل اور گلاس ہاتھ
میں لے کر گاتا ہے۔ }

گانا (ڈھورت ناتھ کا)

سادھو کا بانا ہے امیرانہ
گردش میں آٹھوں پہر ہے پیمانہ
قدموں میں رہتا ہے سارا زمانہ۔ سادھو کا بانا
پیاری شراب۔ لاجواب
اس کو جو کہتا ہے۔ خانہ خراب
وُہ نہیں دانا۔ سادھو کا بانا
گر تم کو موج اُڑانا ہے
دُنیا کا لُطف اُٹھانا ہے
اور مال مفت کا کھانا ہے
پینا ہے اور پلانا ہے۔
بھیس بنانا۔ سادھو کا بانا

ایکٹ پہلا سین چھٹا

نظارہ ۔ شاہی محل (پر مودوکانن)

سدھارتھ اور گوپا

گانا (دونو کا مشترکہ)

گوپا ۔ پیا تم پہ نثار مورا جوبنا
میں ہوں بلہار ۔ پیا تم پہ نثار ۔
مورے دل کے ہو تم تاجدار ۔ ہا مورے
۔ پیا تم پہ نثار

سدھارتھ ۔ کیا لمبے لمبے بال ہیں
کیا گورے گورے گال ہیں
کیا دانہ دانہ خال ہیں
اور زلفیں اُن پر جال ہیں
تم ہو جوبن کی تازہ بہار
۔ پیا تُم پہ نثار

گوپا ۔ کیا مست چشم باز ہے
روشن جبیں ناز ہے

باتوں میں ایک راز ہے۔
گھاتوں پہ کیا انداز ہے
نہیں تم بن جیا کو قرار۔ پیا تم پر نثار
میں ہوں بلہار پیا

سِدھارتھ۔ پیاری تمہاری مستانہ اداؤں۔ اور مخمور فضاؤں نے ایک ایسی سو کمشم مستی پیدا کر دی ہے۔ جس سے تمہاری اُٹھتی جوانی ایک بہارِ زار بن گئی ہے۔ اور بہارِ زار جس میں کلیاں ہی کلیاں ہیں۔ اور کلیاں بھی وُہ جو بے بہار اور بے خزاں ہیں ؎

قبضہ کچھ اِس انداز سے دل پر جما لیا
اپنی ادائے ناز سے اپنا بنا لیا

گوپا۔ بران ناتھ آپ میری تعریف کرتے ہیں۔ مانو مجھے لجاتے ہیں۔
سِدھارتھ۔ لجاتے ہیں۔
گوپا۔ ہاں بھارجا کی تعریف پتی کرے۔ تو اُس کے جنم جنمانتر کے کرموں کے پھل نشٹ ہو جاتے ہیں۔
سِدھارتھ۔ بھولے پن کا پرمان ہے۔
گوپا۔ نہیں شاستر کا پرمان ہے۔
سِدھارتھ۔ غلط۔
گوپا۔ میں ہوں بھی کِس لائق۔ میرے جگر، قلب کو روح میں تو تمہارے ہی سُندر سُروپ کے برسے ہوئے شرارے ہیں۔ جن کے عکس تم نے خیال کی طاقت سے اپنی آنکھوں میں اُتارے ہیں ؎

ورنہ میں کیا اور میری اوقات کیا

میرے جوبن کی ادا کی بات کیا
درشنوں کے سوت کی پیاسی ہوں میں
حکم کی باندھی ہوئی داسی ہوں میں

سدھارتھ۔ میری آنکھوں سے دیکھو۔ بدھاتا نے جمال کی تمام ترکیبیں تمہاری صنعت میں لگا دی ہیں۔ خوبصورتی کے بادل نے اپنی تمام خوشنما برکتیں تم پر برسا دی ہیں۔ طلوع چاند سے زیادہ باریک ہونٹ۔ مور سے زیادہ سوکھشم گردن۔ روپ گیا ہے ہزاروں گلاب کے پھول لہلہاتے ہیں۔ تمہارے ان سنہری بالوں میں السپراؤں کے بوسے ہی بوسے نظر آتے ہیں ؎

میرے آرام کی صورت تیری صورت سے آئی ہے
تیرے ہی دم نے میرے پریم کی دنیا بسائی ہے
نہ تو ہوتی تو حسرت کا تصور کیسے رہ جاتا
نہ تو ہوتی تو جیون ادھر ہی موجوں میں بہ جاتا

گوپا۔ میرا چین اور آرام۔ لوک اور پرلوک۔ سکھ اور دکھ تو تم سے ہے۔

سدھارتھ۔ حضور۔

گوپا۔ تم جس طرف نظر ڈالتے ہو۔ خوشی ہی خوشی کا سماں نظر آتا ہے تم میرے جیون کے سورج ہو۔ جہاں تم اپنی کرنیں سمیٹ لیتے ہو۔ وہیں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جہاں تمہارے جلوے طلوع ہو جاتے ہیں۔ وہیں خوشیوں کے ہزاروں آفتاب ایک ہی درشیہ میں نظر آجاتے ہیں ؎

سانسوں کا سلسلہ میرا پریتم کے دم سے ہے
رونق یہ میرے دم کی مبارک قدم سے ہے

سدھارتھ۔ جب تم بات کرتی ہو۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے باغ کی بند کلیاں کھلتی جا رہی ہیں۔ یا مانو قوس قزح کی رنگین تاریں ادا کے ایک ہی ساز میں ملتی جا رہی ہیں۔ تم ایک بہار بے خزاں۔ تم ایک کیف ہو بے پایاں۔

گوپا۔ میں اپنے آپ میں پتی پریم اور سیوا بھاؤ کے سوا کچھ نہیں پاتی۔

سدھارتھ۔ تم سچ کہتی ہو۔ آنکھ کی پتلی آنکھ کو نظر نہیں آتی۔

گوپا۔ میں تو صرف یہی جانتی ہوں۔ کہ پتی کا پریم ہی جیون ہے۔ اور جیون ہی پریم ہے۔ جہاں یہ پریم نہیں۔ وہاں جیون نہیں۔

سدھارتھ۔ کبھی وہم اور وسوسوں کی خیالی دنیا میں گھوما کرتا تھا۔ کبھی کوندتی ہوئی بجلیاں۔ اور کالی کالی گھٹائیں اچھی معلوم ہوتی تھیں۔

گوپا۔ اور اب۔

سدھارتھ۔ اب تمہاری زلفیں اور نگاہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ کبھی آنکھوں پر قبضہ کیا۔ اب دل پر حکومت کر رہی ہو۔

جب تم نہ تھیں تو آرزوئیں دل کی خاک تھیں
جب تم نہ تھیں تو میری امیدیں ہلاک تھیں
جب تم نہ تھیں تو سیر و تماشہ تھا ناگوار
تھا عالمِ خزاں مجھے ہنگامۂ بہار
جب تم نہ تھی تو حسرت و ارماں تھے میرے پاس
تم آ گئی تو بندھ گئی ہے زندگی کی آس

گانا (سدھارتھ کا)

۱۔ بتاؤں کیا میری پیاری میری نظروں میں کیا ہو تم
کھلا یا غنچۂ قسمت نسیم جانفزا ہو تم

۲۔ سراپا ادائیں حسن کی بھرپور ہیں تم میں
ہیں جتنے پھول اس دنیا میں ان سے خوشنما ہو تم

۳۔ بہار ایسی ہو تم دل کی کلی تک جس سے کھل جائے
کیا بیدار جس نے بخت بلبل وہ صبا ہو تم

۴۔ کدورت نام کو جس میں نہیں ہو وہ صفائے دل
دکھائے صورت آرام جو وہ آئینہ ہو تم

۵۔ حقیقت جس کے آگے کچھ نہیں شاہی خزانوں کی
میرے دل کی شہنشاہی کے گوہر بے بہا تم ہو

گوپا۔ آپ اتنا دلی پریم رکھتے ہیں۔ ہر طرح سے میرا مان کرتے ہیں۔
پھر نہ جانے کیوں بیکلی سی رہتی ہے۔ مانو ضمیر اندر سے پکار پکار کر کہتی ہے۔

۔ کہیں دل کی نہ ساری راحتیں کافور ہو جائیں
کہیں ایسا نہ ہو پران دیہہ سے دور ہو جائیں
کہیں ایسا نہ ہو باغ وفا سے بو نکل جائے
کہیں بیٹھے بٹھائے پریم کی آندھی نہ چل جائے

سدھارتھ۔ پیاری۔ جہاں محبت ہے۔ وہیں بدظنی اور بدگمانی ہے۔ اور
یوں کہو۔ تو یہ شریروں کا سنجوگ تو کیا خود شریر ہی فانی ہے، سنجوگ میں
تو ویوگ کا چنتن کرنا ہی نادانی ہے۔

گوپا۔ اکثر دیکھا ہے۔ کہ ضمیر جو بات چپکے سے کہتی ہے۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔

سِدھارتھ۔ تم گربھ وتی ہو۔ اِن دِنوں زندگی کے ساز کو بے مقصد نغموں میں صرف کر کے بیکار کرنا فضول ہے۔ رات زیادہ ہو گئی۔ جا کر آرام کرو۔ مَیں بھی دِن بھر کا تھکا ہُوں۔

گوپا دوسرے کمرہ میں چلی جاتی ہے
سِدھارتھ وہیں سو جاتا ہے
ٹہوں کی آواز پر بھارت ماتا اَور
تیاگ کا سائیڈ میں داخل ہونا

بھارت۔ دیکھو کِس طرح دُنیاداری کے گیت کے دُور تک پھیلے ہُوئے بازوؤں کو چھُو رہا ہے۔ دیکھو کِس طرح عیش و عشرت کی موسیقی کی لذت میں مدہوش ہو رہا ہے۔ یہ اِسی طرح استری کے موہ میں محبت کے بازو پھیلائے گا۔ تو اہنسا کا کِس طرح پرچار ہو جائے گا۔

تیاگ۔ فکر نہیں۔ میرا نام بھی تیاگ ہے۔ اِس کا یہ انوراگ ہے تو میرا ادھیکاری ہے۔ مَیں دیکھتا ہُوں۔ اِس کو دُنیا کہاں تک پیاری ہے۔

پٹاخے کی آواز

فلاٹ کا پھٹنا۔ جالی کا پردہ
گوپا کی خُوشنما تصویر کا آہستہ آہستہ
کمزور ہوتے ہوئے آخرکار ہڈیوں
کا پنجر دکھائی دینا۔ سِدھارتھ کا

ڈر ڈرا نے منظر کو دیکھ کر بیدار ہو جانا
تصویر۔ بھارت اور نیاگ تینوں کا
غائب ہو جانا

سِدھارتھ۔ میں نے کیا دیکھا۔ دُنیا کی خوبصورتی کو اتنی گری ہوئی حالت میں۔ حسنِ زیبا کا رنگین نقش ایسی قابلِ نفرت رذالت میں۔ کیا جس پر میں دل اور جان سے فریفتہ ہوں۔ وہ دراصل ہاڈ اور چام کی مکرُوہ تصویر ہے۔ کیا جس فضا میں مجھے تبسم کے پھول ہی کھلے ہوئے نظر آتے تھے، وہ اتنی شکستہ اور خیالی تعمیر ہے ؎

جس کو میں سمجھا ہوں دِن کیا اُس کے پیچھے رات ہے
دِل کی نعمت سونپ دی جس کو یہی وہ بات ہے
جس پہ میں مرتا ہوں کیا اُس کی یہی اوقات ہے

لطیف روح اِس مختصر سے جسم کی چار دیواری میں گھبراتی ہے۔ زندگی کی روح بجلی کی طرح تمام جیوؤں کے جسم میں پھیلنا چاہتی ہے۔ چھندک چھندک۔

(چھندک کا داخل ہونا)

چھندک۔ شری مان۔

سِدھارتھ۔ رات کتنی باقی ہے۔

چھندک۔ بہت کم۔

سِدھارتھ۔ جس طرح سوکھشم شعلہ باہر نکلنے کے لئے اپنی روشنی کو شیشے کے لطیف سوراخوں سے زبردستی خارج کرنے کی اچھیا کرتا۔ اور اُس میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مہراج بھی سرد و یاپی آتما کی

طرح محل سے باہر جانا چاہتا ہے۔ مجھے شہر اور اُس کے باغوں کی سیر کراؤ۔ جاؤ۔ رتھ لے آؤ؟

(جانا دونو کا)

ایکٹ پہلا سین ساتواں

نظارہ۔ چوک بازار

(کوتوال اور جمعدار کا آنا)

کوتوال۔ سب کام ٹھیک ٹھاک ہے۔

جمعدار۔ حضور! بڑے بڑے بازاروں میں منادی کرادی ہے۔ چوراہوں پر چوکی بٹھادی ہے۔

کوتوال۔ سجاوٹ میں کمی نہ رہے۔ خود گھوم کر دیکھ لو۔ ہر دُکان کی اعلیٰ زیبائش ہو۔ ہر مکان کی عُمدہ نمائش ہو۔

جمعدار۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کوئی کسر ہو۔ تو بتائیے۔

کوتوال۔ آج پُرباسیوں کا بھی نصیب جاگا ہے۔

جمعدار۔ یُوراج کو البیئور نے گودی کا لعل دیا۔ یہ کام تو سونے پر سُہاگہ ہے۔

کوتوال۔ آج پہلی مرتبہ ہی یُوراج شہر میں آئیں گے۔ شہر کی زینت بڑھائیں گے۔

جمعدار۔ میں نے ہر گلی کوچے میں ایک ایک سپاہی تعینات کر دیا ہے کہ کسی کو دُکان یا مکان سجانے سے انکار ہو۔ وُہ سرکاری حُکم سے گرفتار ہو۔

کوتوال۔ ایک مزید شاہی حُکم جو ابھی ابھی آیا۔ تم کو نہیں سُنایا۔

جمعدار۔ وُہ کیا ہے؟

کوتوال۔ کہ جب تک راجکمار کا جلوس بازاروں میں چلتا رہے تمام چوراہوں میں باجہ بجتا رہے۔ کوئی بوڑھا یا بیمار۔ کوئی جنازہ یا کوئی اور سوگ سنسکار نظر نہ آئے۔

جمعدار۔ یہ کِس لئے؟

کوتوال۔ معلوم ہُوا ہے۔ کہ راجکمار کا وچار آجکل کُچھ ہٹا ہُوا رہتا ہے دِل کُچھ دُنیا سے ہٹا ہُوا رہتا ہے۔ مہاراج کوئی ایسا کام نہیں ہونے دیتے۔ جو اُس کو ویراگ کی طرف لے جائے۔ طبیعت کو تیاگ کا دلدادہ بنا دے۔

جمعدار۔ دیکھنے اور سُننے پر تیاگ اور انُوراگ کا بہت کُچھ دارو مدار ہے نظریں جو کُچھ دیکھتی ہیں۔ دِل اُن کی تصویر اُتار کر سوچنے کے لئے دماغ کے حوالے کر دیتا ہے۔ دیکھی ہُوئی چیزوں کے مُطابق آدمی اپنے پھنسانے کے لئے مکڑی کی طرح کلپناؤں کا جالا بُن لیتا ہے۔

جمعدار۔ جہاں تک شاہی راستوں کا تعلق ہے۔ کوئی بوڑھا۔ بیمار یا جنازہ نہیں آئے گا۔ گلیوں کی آمد و رفت کو کِس طرح روکا جائے گا؟

کوتوال۔ شہر کے اندرونی حصّوں میں بھی ایک منادی کر دو۔ کہ جِس کے ہاں کوئی مر جائے۔ آدھی رات تک لاش گھر سے نہ اُٹھائے۔

(آوازیں سنائی دیتی ہیں)

جمعدار۔ جلوس تو آپہنچا۔

کوتوال۔ تیار ہو جاؤ۔ (سیٹی بجا کر ماتحتوں کو خبردار کرتا ہے)

ٹرانسفر

تماشائی۔ (سدھارتھ رتھ پر سوار داخل ہوتا ہے)

سدھارتھ۔ راجدھانی سورگ کو لجا رہی ہے۔ عجیب شوبھا دکھا رہی ہے کیا ہر روز لوگ اسی طرح دکانوں اور مکانوں کو سجاتے ہیں۔ یا کسی خاص غرض پر ایسی آرائش دکھاتے ہیں؟

چھندک۔ یہ تو صرف یوراج کی خوشی میں لوگوں نے دکانوں اور مکانوں کو سجایا ہے۔

سدھارتھ۔ کیا یہ آنند صرف میری وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے انکے حصے میں آیا ہے۔ لوگ جیسے آج خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ کیا روز اسی طرح جیون نہیں بتاتے ہیں؟

چھندک۔ جب کوئی بڑا آدمی آتا ہے۔ تو ایسا نمائشی انتظام کیا جاتا ہے

سدھارتھ۔ راجدھانی ہمیشہ اس حالت میں نہیں رہتی؟

چھندک۔ مسرت کی ندی ہر روز اس جوش سے نہیں بہتی۔ یہ لوگوں کی مصنوعی خوشی ہے۔ جو اہلکاروں کی طرف سے آپ کو دکھانے کے لئے استبداد سے پیدا کی گئی ہے۔ یہ خوشی وارنش کی رنگت ہے۔ جو ایک بودی وستو کو دی گئی ہے۔ وہ ادنٰے اہلکار جنہوں نے ظلم و ستم اور رشوت خوری سے پرجا کو تنگ کر کے مفلس بنا دیا ہے۔ تنزل اور غلامی

کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ اپنی من مانی کارروائیوں پر پردہ ڈالنے
کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ مفلسی کو سرمایہ داری کا عارضی لباس پہنا کر اپنے
آقا کو اندھیرے میں رکھتے ہیں سہ

وہ ایسا جال اپنی سحر کاری کا بچھاتے ہیں
کہ اپنی آنکھ سے آقا کو کیفیت دکھاتے ہیں
وہ پٹی خوشنما ہیں باندھتے پرجا کے زخموں پر
تخیل کو دکھاتے اور حقیقت کو چھپاتے ہیں

سدھارتھ۔ تو کیا دراصل پرجا دکھوں کا نشانہ ہے۔ پھر سمجھ لو۔ کہ
ایک یہی لوگ نہیں۔ یہ سارا سلسلہ ہی دکھوں کا کارخانہ ہے سہ

یہ ہے دھوکے کی ٹٹی مبتلا سارا زمانہ ہے
یہ کار زندگی جتنا ہے دکھوں کا کارخانہ ہے
سُکھی یہ بھی نہیں ہیں تو سُکھی ہے کون دُنیا میں
یہ دُنیا کیا ہے۔ اک رنج و محن کا کارخانہ ہے

چلو۔ آگے چلو۔

رتھ آگے چلتا ہے۔ سامنے سے
ایک بوڑھا آدمی اُفتاں و خیزاں
چلا آتا ہے۔ سپاہی اُس کو مار پیٹ
کر سامنے سے ہٹانے کی کوشش
کرتا ہے

سپاہی۔ ہٹ جا کمبخت مردود کہیں کے
بوڑھا۔ بھائی مجھے بھی اپنے سوامی کے درشن کر لینے دو۔ میں بھی کرتار تھ

ہو لوں۔ بہتی گنگا سے ہاتھ دھو لوں۔

سِدھارتھ۔ چھندک رتھ کو ٹھیراؤ؟

بوڑھا۔ (سپاہی سے) ایشور کے واسطے مرے ہوئے کو نہ مارو؟

سِدھارتھ۔ یہ کیسا آدمی ہے۔ مَیں نے آج ہی ایک عجیب و غریب آدمی دیکھا۔ کمر خمیدہ۔ آفت رسیدہ۔ ہاتھ میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ لاٹھی کو اچھی طرح زمین پر ٹکا سکے۔ چھاتی میں اتنا زور نہیں۔ کہ بھیڑ میں اپنا رستہ بنا سکے ؎

مَیں قدرت کی انوکھی دیکھتا ہُوں شان دُنیا میں
عجیب الخلق کیا ایسے بھی ہیں اِنسان دُنیا میں

چھندک۔ مہاراج یہ ایک بوڑھا آدمی ہے۔

سِدھارتھ۔ بوڑھا؟

چھندک۔ جی ہاں! ہماری طرح ہی اِنسان ہے۔

سِدھارتھ۔ لیکن ہم سے بالکل مختلف۔ کچھ گھبرایا ہُوا۔ اور پریشان ہے

چھندک۔ اب وقت کی چھاننی سے زندگی کا پانی بڑی تیزی سے چھن رہا ہے ؎

ہے فانی یہ جہاں اِس میں حیاتِ جاوداں کس کی
یہاں ڈوبی نہیں ہے۔ کشتیٔ عمرِ رواں کس کی
نہیں بجھتا نکا ہے اپنی گرمیوں سے کس نشیمن کو
ہوئی ہَیں دارِ فانی میں فنا کی بجلیاں کس کی

سِدھارتھ۔ یہ اِسی طرح اِسی شکل و صُورت سے اِس دُنیا میں آیا؟

چھندک۔ گردشِ دوراں نے اِس کو کچھ کا کچھ بنایا۔ کبھی ہماری طرح

جوان تھا اِس کے پاس بھی کبھی صُورت شکل۔ حوصلے اَور جوانمردی کا سامان تھا

سِدھارتھ۔ وُہ اب کیا ہُوا؟

چھندک۔ اِس کی طبیعت کے جوش کو رنگین اور معطّر کرنے کے بعد جوانی کا پُھول مرجھا گیا۔ دُنیا کی برکتوں اور راحتوں سے معطّر کرنے کے لیئے ضعیفی کا زمانہ آگیا۔ حسین اور نفیس جسم پژمردہ ہوگیا۔ بڑھاپے کی مجبوریوں سے طاقتور دِل کمزور اور زِندہ دِل و دماغ افسردہ ہوگیا ؎

سحر ہے گھبرا کے ضبطِ شبنم سے نکہتِ گُل نکل رہی ہے
کہ مَوت سے ہمکنار ہونے کو موجِ ہستی اُچھل رہی ہے

سِدھارتھ۔ ہانپتا کیُوں ہے؟ سُوکھے پتّے کی طرح کانپتا کیوں ہے؟ اِس کو کیا ہو رہا ہے؟

چھندک۔ جوانی کا ولولہ لاغری کے اجلاس میں ذلیل ہو رہا ہے اِس کی رُوح اور اِس کا جسم فنا میں تحلیل ہو رہا ہے۔ اِس کے جوش جوانی کی کائنات پر فنا کی افسردہ تاریکی چھا رہی ہے۔ اِس کی زِندگی ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے شعلے کی طرح نیستی کی پستی میں جا رہی ہے۔

نہ چین اِس کی طبیعت کو نہ دِل میں ہے قرار اِس کو
فنا کا نغمہ سُننے کا فقط ہے انتظار اِس کو

سِدھارتھ۔ کیا تُم بھی ایک دِن اِسی طرح ہو جاؤ گے؟

چھندک۔ مَیں۔ آپ اور دُنیا کے تمام لوگ جو آج جوان ہیں۔ کل اِسی طرح بوڑھے اور ضعیف ہو جائیں گے۔ جو پُھول آج بوٹوں پر اپنا جوبن دِکھا رہے ہیں۔ ایک نہ ایک دِن ضرور مُرجھائیں گے۔ یہ کال کی کارفرمائی ہے۔ کِس نے اِس سے امان پائی ہے آج یہاں عیش و نشاط اور تفریح

کی گلگاری ہے۔ وہیں کل وردِ قرب بے چینی اور بے قراری ہے۔ ~~

ہیں آج بہاریں گلشن پر کل فصلِ خزاں آجائیگی
اس سایۂ مسرت پر اک دن خاموشی سی چھاجائیگی
اک حال پہ یہ رنگِ عالم کب رہتا ہے سچ کہتے ہیں
کل خاک اڑیگی اُس جا پر جس جا پر دریا بہتے ہیں

سیدھارتھ۔ پھر یہ کبھی جوان نہیں ہوگا؟

چھندک۔ مُرجھایا ہُوا پھول پھر شاداب نہیں ہوتا۔ کانٹا کبھی گلاب نہیں ہوگا ~~

ہم نے کیا دُنیا ہر انسان نے فانی دیکھی
آبرو عشق کی اس راہ میں پانی دیکھی
چیز جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
اور جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

سیدھارتھ۔ مطلب یہ کہ میں اور میری پیاری گوپا سب کی جوانی کی خوشیاں معدوم ہو جائینگی شباب کی نیندیں اس طرح راحت سے محروم ہو جائیں گی۔

چھندک۔ حضور ~~

رستہ یہی ہے جس سے ہے سنسار جارہا
وہ کون ہے جو کال کی زد سے بچا رہا

سدھارتھ۔ پھر انسان کا جوانی اور اُس کی اُمنگوں پر نازاں ہونا بیکار ہے

چھندک۔ کیونکہ یہ چند روزہ بہار ہے ~~

ہر رنگ میں اک تبدیلی ہے ہر حال تغیر خیز یہاں
ہر حالت آنی جانی ہے۔ ہے بادِ حوادث تیز یہاں
ایک نحیف و زار بیمار کا آ کر رتھ
کے راستے میں بیٹھ جانا

بیمار۔ اُف! جان جاتی ہے۔ درد سے روح تڑپ رہی ہے۔ طبیعت بھٹی کی طرح تپ رہی ہے۔

سپاہی۔ ارے مردود! آگے کہاں جاتا ہے۔

بیمار۔ بھائی! کہاں جاتا ہوں۔ شفا خانے کو جاتا ہوں۔ وہاں بھی کیا نہ جاؤں۔ سرکار کی طرف سے کہنے کو خیراتی ہسپتال ہیں۔ تو بھی وہاں دوائی مول پر بکتی ہے۔ وہاں بھی شفا کی گرانی ہے۔ امیروں کے لئے اکسیر مرکب اور غریبوں کے لئے پانی ہے۔

سدھارتھ۔ رتھ کو روک لو۔ چھندک۔ یہ کون ہے؟
کیوں یہ روتا جان کھوتا ہے نحیف و زار ہے
یہ بھی کیا بوڑھا ہے جو کمزور اور لاچار ہے

چھندک۔
یہ نہیں بوڑھا مگر مجبور اور لاچار ہے
آدبوچا ہے اسے آزار نے بیمار ہے

سدھارتھ۔ بیمار کیا ہوتا ہے؟

چھندک۔ ہمارا اور تمہارا جسم پرزوں کی ایک مشین ہے جو ایک اٹل قانون کے آدھین ہے۔ جہاں بد پرہیزی اور بد اعتدالی سے کسی پرزے میں کچھ فتور آ جاتا ہے۔ تو وہ کام کرنے سے رہ جاتا ہے۔ کل بگڑ جاتی ہے

یہی طبیعت کی بیماری کہلاتی ہے۔ جیسے بلند درختوں کے لہلہاتے ہوئے پتے بجھ کر برف کے نیچے دب جاتے ہیں۔ اسی طرح بیماری میں طبیعت کی خوشی کے تمام سامان علالت کے بوجھ کے نیچے دفن ہو جاتے ہیں۔ یا جیسے برف سے ڈھپے ہوئے درختوں کے درمیان پہاڑ کی سنسان جگہوں میں چشموں کا نظام نہیں ملتا۔ اسی طرح بیماری میں دل کو آرام نہیں ملتا۔

سدھارتھ۔ سب ہی بیمار ہوتے ہیں؟

چھندک۔ دکھ سکھ سب کے ساتھ لگا ہے۔ پھول کو سرد اور گرم ہواؤں۔ خزاں اور بہار کی فضاؤں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک آدمی کو کبھی نہ کبھی بیمار ہونا پڑتا ہے۔ ؎

نہ جانے کال کب ناٹک کا یہ پردہ اٹھا دے گا
نہ جانے کس گھڑی کوئی مرض آ کر دبا دے گا
ابھی چنگا بھلا سوتا ہے جب بیدار ہوتا ہے
بس اتنی دیر میں ہی آدمی بیمار ہوتا ہے

سدھارتھ۔ تو کیا اسی شریر کی ہم اتنی نمائش کرتے ہیں۔ اس بیماریوں اور عارضوں کے گھر کی رات دن زیوروں اور پوشاکوں سے زیبائش کرتے ہیں۔ کیا اسی جسم کے لئے جو ذرا دیر میں بیکار ہو جاتا ہے۔ ہم دوسروں کے گلے کاٹ کر سلطنت کی آرزو کرتے ہیں۔ کیا اسی جسم کو جس کی یہ اوقات ہے۔ ہم پھولوں کی سیج پر سلاتے ہیں۔ کیا اسی جسم کے لئے داس اور داسیوں کی نیند حرام کر کے خود آنند پاتے ہیں ؎
اسی کے واسطے ظلم ستم کا دور جاری ہے

اہنسا سے اسی کے واسطے انسان عاری ہے
یہی ہے دیہہ کی ہستی کہ جس پر مست پھرتے ہیں
بڑے مورکھ ہیں جو مکھی سے ہم گندے پہ گرتے ہیں
(اندر سے آواز آتی ہے)

ہر کا نام ست ہے۔ شری رام نام ست ہے۔

کوتوال۔ (قدم زور سے زمین پر مار کر) کمبختوں نے خاک انتظام کیا۔ اس رذیل کو بھی کیا آج ہی مرنا تھا۔

آواز

ہر کا نام ست ہے۔ شری رام نام ست
ہے۔ ست بولے سوگت ہے۔
(کچھ آدمی جنازہ لاتے ہیں)

سدھارتھ۔ چھندک ٹھہرو۔ دیکھو۔ سنو۔ یہ کیوں ایسی آوازیں لگا رہے ہیں۔ کیا اُٹھائے لئے جا رہے ہیں۔

چھندک۔ جنازہ۔

سدھارتھ۔ جنازہ بھی کوئی بیماری ہے؟

چھندک۔ نہیں حضور! یہ انسان کی زندگی کی آخری شاہانہ سواری ہے

سدھارتھ۔ اس کے اندر کیا ہے۔؟

چھندک۔ انسان فنا کی صورت ہیں۔

سدھارتھ۔ سوتا ہے۔

چھندک۔ مرا ہے۔ ہمیشہ کی نیند سوتا ہے۔ سہ
اک نغمۂ سدراز ہے یعنی شکستہ ساز ہے

اِک محفلِ خاموش ہے اِک گمشدہ آواز ہے

سِدھارتھ۔ یہ کیا راز ہے ؟

چھندک۔ جو بُڈھا آدمی آپ نے دیکھا تھا۔ جب اُس بیمار کی طرح اُس کو کوئی مرض آکر دباتا ہے۔ اور مرض و طبیعت کی لڑائی میں مرض مَیدان جیت جاتا ہے۔ تو بولتا شریر روُپی قید خانے کی کمزور دیواروں کو توڑ کر آزاد ہو جاتا ہے۔ جسم کو طاقت گرمی یا حرکت دینے کے لئے سانس پھر نہیں آتا ہے۔ آدمی کی وُہ آوازیں جو دُنیا کی رونق میں رنگین لرزش پیدا کرتی ہیں۔ خاموش ہو جاتی ہیں ؎

آج تک دیکھا نہیں کوئی رفو اِس چاک کا
خاک کا پُتلا سا رہ جاتا ہے پُتلا خاک کا

سِدھارتھ۔ اب یہ پھر نہیں اُٹھے گا۔ دُنیا کے کاروبار نہیں کرے گا۔ سرشٹی کے نظارے دیکھنے کو آنکھیں نہیں کھولے گا۔ زبان سے نہیں بولیگا؟

چھندک۔ نہیں ؎

بُلبُلا سا پران ٹوٹے اور فنا میں بہ گئے
اقربا اور یار سارے ہاتھ مَلتے رہ گئے
تھے اطبا بھی بڑے ماہر زمانے کے لئے
کوئی بھی نسخہ نہ کام آیا بچانے کے لئے

سِدھارتھ۔ کیا ہر کوئی اسی طرح دُنیا سے کوُنچ کر جاتا ہے

چھندک۔ ہاں جو کوئی پیدا ہُتا وُہ ضرور ہی ایک نہ ایک دِن مر جاتا ہے ؎

دیوتا ہو دَیت ہو کمزور ہو بلوان ہو
کیمیا گر ہو ہُنر ور ہو کوئی وِدوان ہو

شعلۂ آتش یہ وُہ ہے خشک و تر بچتا نہیں
موت کی چنگل سے کوئی بھی بشر بچتا نہیں

سدھارتھ۔ کیا اِس جان سے زیادہ عزیز زندگی کا یہی انجام ہے موت اور بڑھاپے کا ڈنڈ سب کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اِس پُرخار راستے سے سب کو یہی گذرنا پڑتا ہے۔ یہ دُنیا اور اُس کا انتظام کچھ نہیں۔ یہ دُنیاداری اور اُس کا آرام کچھ نہیں۔ قدرت کے ایک اٹل قانون کے چکر میں پڑا ہوا پرانی آزادی سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اچھا ہو یا بُرا جس پر مدا مدت کی مہر لگ جائے کوئی ایسا انتظام نہیں کر سکتا۔ سُکھ کے ساتھ دکھ۔ جوانی کے ساتھ بڑھاپا۔ جنم کے ساتھ مرنا۔ اور خزاں کے ساتھ بہار وابستہ ہے۔ جیو ایک دانا ہے۔ جو نہ جانے کس کس انقلاب کی چکّی میں پِستا ہے، دُکھوں کے بھنور میں پھنسا ہوا روتا۔ اور چلاتا ہے۔ دُعائیں مانگتا اور گڑگڑاتا ہے۔ پلّہ نہیں چھڑا سکتا۔ عزیز بیٹے کو موت کے پنجے میں دیکھ کر باپ، کسی قیمت پر بھی نہیں بچا سکتا۔ دُنیا کی خوش رنگ شراب میں ہزاروں مہلک اور زہریلے جراثیم ہیں۔ جو کوئی عقل کی دوربین سے دیکھے۔ فوراً اِس خطرناک پیالے کو پٹک دے۔ اور اِس کی بدمستیوں کی ترغیب سے اپنا دامن چھڑا لے ؎

لگ رہی آگ سی اور جیو جلے جاتے ہیں
رات دِن موت کے ہی منہ میں چلے جاتے ہیں
کون سی چیز ہے ہو جس کو بقا دُنیا میں
جو بھی پیدا ہے وہ آخر ہے فنا دُنیا میں

آواز

سین کا ٹرانسفر ہونا

نیا گ فنا کا ایک عبرت خیز منظر دکھاتا
ہے :

سین

ایک وسیع سمندر میں انسانوں
کے سر بلبلوں کی طرح اُٹھتے اور
پھوٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

ڈراپ

ایکٹ دوسرا سین پہلا

نظارا۔ اگلا محل

(راجہ شتودہن اور سدھارتھ)

شتودہن۔ بٹیا۔ نگری کی سیر کی۔ کیا دیکھا؟
سدھارتھ۔ دُنیا اور دُنیا کے لوگوں کو دُکھ اور عذاب کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا۔ جس کو بھی دیکھا۔ افسوس اور پشیمانی سے ہاتھ ملتے ہوئے دیکھا۔ بقا کو فنا کا شعلہ اُگلتے ہوئے دیکھا۔ ہستی پر نیستی کا جادو چلتے ہوئے دیکھا۔ دُنیا فنا کا رقص ہے۔ ہستی نیستی کا عکس ہے ؎

گدائے کرنش کے مارنے کو کال پھرتا ہے
دُکھوں اور روگوں کا ہوا میں جال پھرتا ہے
حماقت سے ہر اِک کہتا ہے یہ سنسار میرا ہے
نہ میرا ہے نہ تیرا ہے یہ چڑیوں کا بسیرا ہے

شتودہن۔ سنسار کو اَسار سمجھ بیٹھیں۔ تو یہ دُنیا کا کاروبار کیسے چلے نیائے اور نیتی کی روشنی دینے والا دُنیا داری کا چراغ کیسے جلے؟
سدھارتھ۔ تو بیماریوں کے گھر، دُکھوں کی جڑ اِس جسم کو ہار سنگار سے سجانے کا فائدہ؟ محلوں ماڑیوں اور اُن کے زیبائشی سامان کو بڑھانے کا فائدہ؟ جس کی درحقیقت کوئی حقیقت نہیں۔ اُس کے پیچھے دوڑ لگانے کا فائدہ؟ دُنیا کی طلسم افزینیوں میں پھنس کر دوڑ لگانے کا فائدہ؟

جب یقیں ہے ہم کو اِکدن جسم یہ مٹ جائیگا
اور جب معلوم ہے اِک دِن یہ گُل مرجھائے گا
کِس لئے پھر اِس کی زینت میں لگا بیٹھیں ہیں دل
کِس لئے بیٹھے بٹھائے ہم مِٹا بیٹھے ہیں دِل

شنتودہن۔ تمہارا منشا ہے۔ کہ سب لوگ دُنیا سے دِل اُٹھالیں؟

سِدھارتھ۔ یہ مَیں نہیں کہتا۔

شنتودہن۔ سب کے سب ویراگ میں دِل لگالیں ؟

سِدھارتھ۔ یہ بھی مَیں نہیں کہتا۔

شنتودہن۔ لوگ دُنیاوی دھرم کو نہ پالیں ؟

سِدھارتھ۔ یہ بھی نہیں کہتا۔

شنتودہن۔ تو پھر۔

سِدھارتھ مَیں چاہتا ہُوں۔ کہ دُنیا کے لوگوں کی دُکھوں سے نجات ہو۔
موت کی بازی مات ہو سے

جسے کہتے ہیں دُنیا دھرم اور نیتی کی بستی ہو
جہاں دیکھیں وہیں سُکھ ہو کہیں دُکھ کی نہ ہستی ہو

شنتودہن۔ سایہ ہی سایہ رہے۔ دھُوپ کا نام نہ ہو۔ آرام ہی آرام ہو
کہیں بے چینی کا کام نہ ہو۔ جنم ہی جنم ہو۔ مرن کو دخل نہ ہو۔ سُکھ میں کہیں دُکھ نہ ہو

سِدھارتھ۔ ہاں۔

شنتودہن۔ یہ بات دُشوار ہے۔

سِدھارتھ۔ پُورن گیان اِس کو آسان کرنے کا ہتھیار ہے۔

شنتودہن۔ وہ کہاں سے آئے ؟

سِدھارتھ۔ تیاگ سے اُس کو ڈھونڈ لائے۔ مَیں اُس کی تلاش میں جانا چاہتا ہوں ؟ پُرشارتھ سے اِس گتھی کو سُلجھانا چاہتا ہوں س

میرا وشواس ہے مَیں گیان پر ادھیکار کر لُوں گا
مجھے اُمید ہے سنسار کی دُبدا کو ہر لُوں گا

شتودہن۔ کیا کہا ؟ تیاگ۔
سِدھارتھ۔ مَیں اِس فانی دُنیا کے فانی بکھیڑوں سے آزاد ہونا چاہتا ہُوں۔
شتودہن۔ پیارے پتا۔ پیاری گوپا۔ ننھّے راہل کو چھوڑ کر۔
سِدھارتھ۔ ہاں محبّت کی ان تمام زنجیروں کو توڑ کر۔
شتودہن۔ ایسا نہ کہو۔ پیارے تُم ہی ساکیہ کُل کے گوہر آبدار ہو۔ تُم ہی اِس پرمود کانن کی زینت و زیبائش کا آدھار ہو۔ تُم ہی اِس سلطنت کے باغ کی بہار ہو۔
سِدھارتھ۔ تو تُم ہی بتاؤ۔ یہ جوبن اور جوانی ہمیشہ رہیگی ؟
شتودہن۔ نہیں۔
سِدھارتھ۔ یہ زندگانی اور اُس کی شادمانی ہمیشہ رہیگی ؟
شتودہن۔ نہیں۔
سِدھارتھ۔ یہ سب کچھ ضرور ہی ہم کو چھوڑنا پڑے گا۔
شتودہن۔ ضرور۔
سِدھارتھ۔ اور اُس وقت ہم کو دُکھ ہوگا۔ جب اُس کا نبھیہ توڑنا پڑے گا۔
شتودہن۔ ضرور۔
سِدھارتھ۔ تو پھر اپنی مرضی سے سب کچھ چھوڑ کر اُس کے دُکھوں سے کیوں نہ چھوٹ

جائیں۔ اچھّا ہے۔ کہ یہ بیڑیاں ہمارے ہی توڑنے سے ٹوٹ جائیں۔

نہیں تو سخت ہی دُشوار ہوگا توڑنا اِن کا
جوانمردی ہے اپنی آرزو سے چھوٹنا اِن کا

شتلودہن۔ آپ ایسے رنگین اور خوشنما جیون کو چھوڑنا چاہتے ہیں؟
سِدھارتھ۔ ایک لافانی زِندگی کے لئے۔
شتلودہن۔ اپنے پیاروں سے ناطہ توڑنا چاہتے ہیں؟
سِدھارتھ۔ دُنیا کی بہتری کے لئے۔
شتلودہن۔ ضعیف روح کو ایسا ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچانا چاہتے ہو؟
سِدھارتھ۔ من وچن یا کرم سے ایک کیڑے کو بھی صدمہ پہنچانا میرے دھرم کے خلاف ہے۔ پرانی ماتر کے بھلے کے لئے ایک زبردست قربانی کرنا بھی توانصاف ہے ؎

جُدا ہونے دو پیاروں کو جگت کے پیار کی خاطر
دُکھی دو چار کو ہونے دو اِس سنسار کی خاطر

شتلودہن۔ تمہاری صحبت کی خوشبو کے بغیر زندگی کا یہ پھول بیکار ہو ہو جائے گا؟
سِدھارتھ۔ یہاں رہ کر اِس کال چکر سے چھوٹنا دُشوار ہو جائے گا
شتلودہن۔ بڑی بھاری جیون کی ہار ہے؟
سِدھارتھ۔ میری جُدائی ناگوار ہے؟
شتلودہن۔ دِل اور جگر کی کٹار ہے۔
سِدھارتھ۔ جو کچھ مَیں مانگوں دے دو۔
شتلودہن۔ کیا؟

سدھارتھ۔ ایسی اوشدھی کہ کوئی بیماری نہ ستائے ؟

شُدّھودن۔ دولت سے نہیں مِل سکتی۔

سدھارتھ۔ ایسی تدبیر کہ زندگی کی بہار کو موت کی خزاں نہ آ سکے ؟

شُدّھودن۔ طاقت سے نہیں مِل سکتی۔

سدھارتھ۔ تو پھر مجھے روکنا فضول ہے۔ جہاں بیماری۔ بڑھاپے اور موت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ وہاں دِل لگانے والا نا معقول ہے۔ مجھے اس اندھیرے سے نکلنے دو۔ میری آنکھوں سے جہالت کا پردہ اُٹھنے دو ؎

کھُلے ہیں دوارِ دِل کے روشنی وحدت کی آنے دو
ہے تشنہ لب میری مخلوق پیاس اُس کو بُجھانے دو
لگی ہے آگ دُنیا میں تلاش ہے سرد پانی کی
ہے گھبرایا اُس میں دِل مجھے ٹھنڈک میں جانے دو

گانا (سدھارتھ کا)

۱۔ یہ چند دِنوں کی چرچا ہے دُنیا کو فنا نے گھیرا ہے
دِن دھاڑے سب کو لوٹ رہا ایسا یہ کال لٹیرا ہے

۲۔ کل جہاں ہزاروں قندیلیں ایک قدم قدم پر روشن تھیں
تاریک فضا ہے آج وہاں گھر اور گھٹا اندھیرا ہے

۳۔ بچپن کے بعد جوانی ہے۔ اور بعد جوانی کے پیری
یہ جان کے بھی مُورکھ جن نے دُنیا میں ڈالا ڈیرا ہے

۴۔ سوکھا اور گیلا کاٹ رہی اک ہی نیتی کی درانتی ہے

کچھ موت لحاظ نہیں کرتی یہ تیرا ہے یا میرا ہے

۵- ترغیبیں ساری دُنیا کی انسان کو محبّت ہے جنکی
یہ کال شکاری نے دانہ پنچھی کے لئے بکھیرا ہے

ایکٹ دوسرا سین دوسرا

نظارہ - شَین بھَون (خوابگاہ)

گوپا اُپنے ننھے راہل کو گود میں لئے سو رہی ہے - ٹیون پر سِدھارتھ خاموشی سے داخل ہوتا ہے - تیاگ وہی نظارہ دِکھاتا ہے - یعنی گوپا کی تصویر پردے پر گھٹتے گھٹتے ہڈیوں کے پنجر میں تبدیل ہو جاتی ہے:

سِدھارتھ - کچھ نہیں - دُنیا اور اُس کی خوبصورتی کچھ نہیں - عیش کا خیال فانی ہے - کون کہتا ہے - کہ اِن سب رونقوں اور زینتوں کا منظر جاودانی ہے
یہ سب کشمکش حیات کی فریب کاریاں ہیں - طلسم فنا کی جادُو نگاریاں ہیں سہ

جوش شباب مِٹ گیا حسرتِ دِل فنا ہوئی
سب ہیں فریب رنگ و بُو خود ہی خطا ہوئی

الوداع پھر اسی پنجر کو خوبصورت گوپا کی ا

صورت میں تبدیل کر دیتا ہے :۔

رگوپا کے پلنگ کے نزدیک جا کر) سے

تاب آفتابِ حسن کی

شوخی شبابِ حسن کی

غنچہ صفت خاموش ہے

زلفِ سمن بردوش ہے

سو رہی ہے کس غفلت سے سو رہی ہے۔ میٹھی نیند میں کیسی مدہوش سو رہی ہے۔
اس کو کیا معلوم کیا ہونے والا ہے۔ اس کو کیا معلوم کہ زندگی کے جہاز کو
قسمت نے کس طوفان میں ڈالا ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ میری امیدوں کا دھن لٹ
جانے والا ہے۔ یہ نہیں جانتی۔ کہ محبت کی دنیا میں ایک زبردست انقلاب
آنے والا ہے سے

نیا کوئی طوفاں اٹھا چاہتا ہے

دیا فرطِ دل کا بجھا چاہتا ہے

جو آزاد فطرت تھا ان تیلیوں میں

وہ قیدِ قفس سے اڑا چاہتا ہے

آدھی رات کا سماں ہے۔ ہر طرف سنسان ہے۔ محل کے تمام خدمتگار
نیند میں متوالے ہیں۔ پہرہ داروں نے ہوش و حواس کے ہتھیار خوابِ
ناز کے قدموں پر ڈالے ہیں۔ یہی موقعہ ہے۔ یہی وقت ہے۔ یہی رات
ہے۔ جب کہ موہ اور مایہ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا آدمی بندھنوں کو
توڑ کر جنگل کی راہ لے سکتا ہے۔ اس وقت حوصلہ بھی نیک کام پر
کمر بستہ ہے۔ اور ساتھ دلیکتا ہے۔

انوراگ محل کے تمام شکھوں کا ایک دلفریب منظر دکھاتا ہے

کیوں کھینچتا ہے۔ یہ پاپی دل پھر کیوں دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ اس کان میں کوئی کہتا ہے۔ کیا پران پیاری کو اسی دن کے لئے بیاہ کر لائے تھے۔ (دوسرے کان کو ہاتھ لگا کر) اس کان میں کوئی کہتا ہے۔ کیا تلوار کی دھ سے زِندوش جیوؤں کا خون بہا کر راج کرنے کو یہاں آئے تھے۔ نہیں۔ میں اُس آب وہوا میں۔ اُس غلیظ فضا میں اُس فانی دنیا میں جہاں اوّل سے آخر تک خونریزی ہی خونریزی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں رہُوں گا سہ

نہ باندھوں گا کمر میں زندگانی کی نباہی پر
کروں گا اعتقاد ہرگز نہ اپنی کم نگاہی پر
نہیں پرواہ جیون اُپنا مٹ جائے کہ رہ جائے
ہوں آمادہ دِل و جاں سے جہاں کی خیرخواہی پر

دنیا کے لوگ مصیبتوں اور دُکھوں سے تنگ آئے ہوئے آزادی کے طلبگار ہیں۔ روحیں بڑی بڑی روحانی تکلیفوں سے بیمار ہیں۔ نیچ ادتم کے ہاتھوں کمزور زور آور کے ہاتھوں۔ مزدور سرمایہ دار کے ہاتھوں بیزار ہیں میں سخت سے سخت تپسیا کر کے اُن کو نجات دلاؤں گا۔ دشمنی اور عناد کے زہر سے بدمزگی کی موت مرنے والے جیوؤں کو شیر و شکر سا ملاؤں گا سہ

اچانک ہی اُٹھا دے گا کبھی بندھن کی محفل سے
توقع تھی یہی تو مجھ کو گھبرائے ہوئے دِل سے
کِنارہ شانتی کا تب ملیگا اس سمندر میں
توکل کی چلے گی ناؤ جب خاموش ساحل سے

اور کہیں جاؤ۔ جاؤ۔ نکل جاؤ۔ میرے دل سے راحتو۔ دنیا داری کی بس جاؤ۔ جاؤ۔ پر یہ دکھاؤ۔ اپنی زیبائش اور کو کسی! اننن پرمود کا جاؤ۔ بناؤ۔ ٹھکانہ اپنا دیا کہہ کیا نے میں یہ (سوچکر) جاؤ۔ بھول کو صحبت اور محبت میری! گویا کو اُس۔ تھی لئے میرے صرف میں دنیا شگفتگی کی تبسم کے جس کلی وہ کی پھول کو اُس۔ ہے ٹکڑا کا جگر میرے جو ننھا پیارا۔ ہوں رہا جھونک میں آگ ہے۔ اندھیر کتنا ہے۔ ظلم کتنا۔ ہوں رہا دھکیل میں گڑھے کے یتیمی

انکھل دونو ان ہی ضرور مجھے لئے کے بہت کے سنسار کروں کیا

کے جس (ہے سوچتا) پڑیگا۔ چھوڑنا کو رتنوں انمول دو ان پڑیگا۔ چھوڑنا کو ننھے لوں۔ چوم کو تُو ہا سُکھ کے اُس بار آخری۔ نہایا جیون کا آرام آج ساتھ جو ہوا وہ اور۔ اُٹھیگی جاگ یہ تھا دھیان! خبردار۔ دوں کر پیار بھی کو راہل

منہ کان سے نکلنا چاہتی ہے۔ پھر مٹھی میں بند ہو جائیگی ؎

جاگ جائے گی پر یہ تو سب بگڑ جائے گا کھیل

چڑھنے پائے گی نہ منڈھے پھر کبھی مقصد کی بیل

(گوپا سے مخاطب ہو کر) پیاری! میں جانتا ہوں۔ تو مجھے نہ پا کر بے قراریوں سے تڑپ اُٹھیگی۔ تو اپنے لمبے لمبے خوبصورت بالوں کو نوچ ڈالے گی۔ تو اپنے ہار سنگار کو آگ لگا دے گی۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوگا۔ یہ سب کچھ جان کر بھی میں جگر پر پتھر کی سل رکھتا ہے کیونکہ میں ایک تم سے ہی نہیں ساری دنیا سے محبت کرنے والا آزاد دل رکھتا ہوں ؎

مجھے اس دکھ مئے سنسار کے دکھ کو مٹانا ہے

یہ آدھین ہو رہی دنیا غلامی سے چھڑانا ہے

پرسپر بیر سے مرتے ہیں جیو اُن کو بچانا ہے

اہنسا اور دیا کا دھرم لوگوں کو سکھانا ہے
میری خواہش تو ہے ناپید ہی یہ موت ہو جائے
مگر ڈر ہے کہیں مقصد نہ میرا فوت ہو جائے

اس لئے معافی چاہتا ہوں۔ بدائیگی چاہتا ہوں۔ تجھ سے اور تیرے ننھے راہل سے۔ لے اب میں ایک ابدی راحت کی بہشت تعمیر کرنے کے لئے کٹھن تپسیا کو جاتا ہوں سے

الوداع آرام و راحت الوداع
الوداع شان و شوکت الوداع
الوداع باغوں کی نزہت الوداع
الوداع اے دُنیا داری الوداع
الوداع اے میری پیاری الوداع

ٹیون بجتا ہے۔ اُلٹے پاؤں ہٹنا ہوا سدھارتھ باہر نکل جاتا ہے فلاٹ پھٹتا ہے۔ گوپا کو خواب دکھلائی دیتا ہے۔ دُور دراز پُرخطر جنگل میں سدھارتھ دوڑا جا رہا ہے اور رلچ تشنتو دہن اُس کے تعاقب میں دوڑ رہے ہیں۔ آواز پرسین بدل جاتا ہے

گوپا۔ (خواب سے چونک کر) نہیں۔ نہیں۔ مت جاؤ پران ناتھ۔ کہاں جاتے ہو؟

(داسیاں شور سن کر اندر آجاتی ہیں)

داسیاں۔ مہارانی! کیا ہُوا؟

گوپا۔ مَیں نے کیسا ڈراؤنا خواب دیکھا۔ نرجن بن میں میرے پران پتی گرہست چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہیں۔ جسم پر صرف ایک کوپین لگا رہے ہیں۔ دیکھو! دیکھو۔ دوڑ کر جاؤ۔ کیا وہ سچ مچ چلے گئے۔

(ایک داسی دیکھ کر آتی ہے)

داسی۔ پلنگ تو خالی ہے۔

گوپا۔ تمناؤں کی پائمالی ہے گئے۔ دُنیا سو کر کھو رہی تھی۔ مَیں نے بھی عُمر بھر کی کمائی کا سونا سونے میں کھو دیا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ مَیں تنہائی میں بیٹھ کر آسن جماؤنگا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ مَیں دُنیا کی شان و شوکت چھوڑ جاؤں گا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ مَیں اِس دُنیا میں دُکھوں کی آگ پر شانتی کا پانی برساؤنگا۔

چلدیے وہ نیند میں غفلت کی سوتا چھوڑ کر
سنگدل وُہ چلدیے ہیں مجھکو روتا چھوڑ کر

داسی۔ رانی۔ یہیں کہیں ہونگے۔

گوپا۔ مجھ سے زیادہ اُن کے دِل کو کون جان سکتا ہے۔ وہ گئے۔ اور مَیں سوتی رہ گئی۔

دِلِ غمگین میں ارمان مرجھائے ہوئے ہیں سب
پڑی ہے سیج سونی ہار کملائے ہوئے ہیں سب

اِن ہاروں کو کیا کروں۔ (پھر رک جاتی ہے)

انہیں ہاروں میں پنہاں ہیں میری اُلفت کے افسانے
وصال و ہجر کے اور صحبت و فرقت کے افسانے

ابھی فرطِ مسرت سے یہ کلیاں مسکراتی تھیں
اور اُن کے سامنے اک نغمۂ عشرت سناتی تھیں
مگر اب اس طرح اُجڑا ہے متانہ سہاگ اِن کا
جگر میں تیر بن کر چبھتا ہے خاموش راگ اِن کا

(پھینک دیتی ہے)

جاؤ سکھی۔ اُن کو ڈھونڈ لاؤ۔ پیارے کہیں چھپ بیٹھے ہو۔ تو ظاہر ہو جاؤ
سہ
یہ دِل میں سمائی بھول بیٹھے رسم اُلفت کو
یہ کیوں پامال کر ڈالا ہے یوں عہد محبت کو
بلائیں تھے کبھی لیتے اب سونپا بلاؤں کو
ذراسی دیر میں بھولے ہو تم میری وفاؤں کو

داسی۔ مہارانی۔ رو رو کر زیادہ حال تباہ نہ کرو۔

گوپا۔ سہ

اب اس سے بڑھ کر حسرت ناک حالِ درد کیا ہوگا
یہی تو سوچتی ہوں مَیں مآلِ درد کیا ہوگا
میرا کیا اِس طرح ناشاد ہونا ہی مقدر تھا
زمانے میں میرا برباد ہونا ہی مقدر تھا

گانا (گوپا کا)

سیج چھوڑ کر سُونی میری چلے گئے کہاں ناتھ
اِس دِن کی خاطر پکڑا تھا کیا بیدی میں ہاتھ
سیج چھوڑ کر ......

نینن نیر بھتے نہیں پرنتیم کس بدھ برہن جئے گی
تم بن ان کڑوے آنسوؤں کے کب تک گھونٹ پئے گی
دیا نہ میرا ساتھ
سیج چھوڑ کر......
کومل پھول کمل ہردے کا کیسے کھلا رہے گا
ننھا ان پیارے ہونٹوں سے کس کو باپ کہے گا
اس کو کیا اناتھ
سیج چھوڑ کر......

ایکٹ دوسرا سین تیسرا

نظارہ۔ راستہ

(انوراگ اور کام دیو)

انوراگ۔ دیکھو! ویراگ کا تیر چل گیا۔

کامدیو۔ ویراگ کا تیر؟

انوراگ۔ جب میری عملداری سے راجاؤں کے کمار جن کو میں نے عیاشی کے سمندر کی عمیق ترین گہرائیوں میں پہنچا دیا ہے۔ بھگائے جا رہے ہیں۔ جنگل اور صحرا زرداروں کی بے نوا صورتوں سے لبھائے جانے جا رہے ہیں تو سمجھ لو۔ میری طاقت اور عظمت کے ستون کمزور ہو گئے تم لوگوں کی کھنڈ

نیتی کے قانون کمزور ہو گئے سے

اس قدر معقول ہے ویراگ کا جب انتظام
سادھوؤں ناگوں سے بھر جائیگی نہ دنیا تمام

کامدیو۔ تو مَیں رتی کو ساتھ لے کر وُہ کام کر سکتا ہوں۔ کہ موتی سی آب رکھنے والی پارسائی کو بھی بدنام کر سکتا ہوں۔

انوراگ۔ راجکمار سِدھارتھ کے گرہست چھوڑنے میں تمہاری جگ ہنسائی ہے۔

کامدیو۔ مَیں نے بھی گرہستی بنا دینے کی ایک لازوال طاقت پائی ہے۔

انوراگ۔ کِس کام کی ؟

کامدیو۔ آزما دیکھو۔

انوراگ۔ کِس مصرف کی ؟

کامدیو۔ کسوٹی پر لگا دیکھو۔

انوراگ۔ سِدھارتھ اِندریوں کو غلام بنائے بیٹھا ہے۔ آج چھ برس سے اکھنڈ سمادھی لگائے بیٹھا ہے۔ اب اپنا برت سماپت کرنیوالا ہے بودھی سنتو کو پراپت کرنے والا ہے۔ جہاں اُس نے پرچار کا جھنڈا اُٹھایا۔ دُنیا کی بڑی بڑی انُوراگی طاقتیں لرز جائیں گی۔

کامدیو۔ اُس کی تپسیّا لاکھ پتھر اور فولاد کی طرح سخت ہو۔ جہاں پھولوں کا ایک معمولی سا تیر چھوڑا۔ اُس نے وہیں تپ اور برت کو چھوڑا سے

تپسوی تھے جو شنکر سے تپ اُن کو بھی بھلا ڈالا
جو مُورت نیاگ کی تھے اُن کو بھی کامی بنا ڈالا
نظر ڈالی جہاں مَیں نے نکوکاری وہیں ڈوبی

تھے جتنے پاک اُن کو خاک میں مَیں نے ملا ڈالا

انوراگ۔ مَیں دیکھتا ہوں۔ تم کس طرح اس اہنسا اور دیا کے اوتار کو عظمت کی چوٹی سے گراتے ہو۔ پھولوں کا تیر کس طاقت سے اس استقلال کے جوالا مکھی پر چلاتے ہو۔

(جانا)

کامدیو۔ (تالی بجاتا ہے)

رتی۔ خواہشات کے پھولوں پر بے حس و حرکت کرنے کے لئے یہ داسی موجود ہے۔

کامدیو۔ دیکھو! میں سامنے اُس بن میں اپنی طاقت سے بسنت کی بہاروں کو مست پھول کھلانے کا حکم دے دیا ہے۔ جاؤ۔ اُس تپسوی راجکمار پر اپنا جادو ڈالو۔ اُس کے دل سے ویراگ کا زہر نکالو۔

رتی۔ بے فکر رہو ؎

ابھی شطرنج اپنی خوشنمائی کا بچھاتی ہوں
ابھی انداز کے مہروں کی وہ چالیں دکھاتی ہوں
کہ فرضی کے چلن کی سحر سازی مات کرتی ہوں
ابھی فتنہ حسن کی دے کر میں بازی مات کرتی ہوں

(جانا)

ایکٹ دوسرا　　　سین چوتھا

نظارہ۔ جنگل

بسنت کے رنگ برنگی پھول کھل رہے ہیں

ایک شلا پر سدھارنند سمادھی لگائے ہیں۔ رتی آ اپنے دلکش انداز دکھا کر گاتی ہے

گانا (رتی کا)

کیسے بانکے ہیں ترچھے اداؤں کے تیر
مورے تیروں کے گھائل ہوئے کیسے بیر
مورے نینوں کے مارے ہوئے ہیں فقیر۔ کیسے
موری چتوں کٹار
تیز خنجر کی دھار
کرے بوڑھا کو ٹھار　　　کیسے
میں البیلی متوالی ہوں
میں موہنی جوبن والی ہوں
میں پھول کی نازک ڈالی ہوں

نازوں کی گود میں پالی ہُوں
میری زُلفوں کی دُنیا اسیر۔

کیسے

کام دیو۔ پھولوں کا تیر دل میں لگاتا ہے۔ کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

کامدیو۔ سدھارتھ تو سچ مُچ شجاعت روانی کا اوتار ہے۔ تیرے دل کو چلائمان کرنا دُشوار ہے ؎

تجھے نروان کی راہ جاننے کا گیان دیتا ہُوں
سپھل ہو تیرا تپ سدھارتھ میں بردان دیتا ہُوں

(جاتا ہے)

سدھارتھ۔ چھ برس سے اکھنڈ برت کر رکھا ہے، سادھوؤں اور گوروؤں کے بتائے ہوئے طریقے سے جسم کو تکلیف دی۔ سخت سے سخت تپسیا کی۔ کئی روز تک بھوجن کے بغیر رہا۔ نتیجہ کچھ بھی نہ ہُوا ؎

برسوں سے ہی لگائی سماودھی دھیان کی
آئی نظر نہ روشنی آنکھوں کو گیان کی
جاڑے میں دُھوپ میں کی ریاضت بڑی بڑی
اب تک کہیں نہ سنتیہ کی صُورت نظر پڑی

آواز غائبی ؎

نہیں ملتا ہے فاقوں سے کبھی رستہ سچائی کا
صرف دل کی صفائی میں ہی راز ہے سادھوتائی کا
بڑا کچھ بھی نہیں ہے پران دینے دُکھ اُٹھانے میں
کرو ویراگ کا پرچار تُم جا کر زمانے میں

سِدھارتھ۔ ضمیر کی آواز سے آنکھیں کھُل گئیں۔ جسم کو ایذا پہنچانا۔ یہ نہیں ہے جھُوٹ پر فتح پانا۔ جسم میں طاقت ہے۔ تو دھیان اور گیان ہے جسم نہیں۔ تو آتما پھر اگیان کا اگیان ہے۔ جائز وچار سے گیان کی کلی کھِلتی ہے۔ جس پیڑ کے نیچے مَیں بیٹھا ہُوں۔ اِسی سے شِکھشا ملتی ہے سہ

یہ سِر پر مینہ اور آندھی کی تکلیفوں کو سہتا ہے
ہو بارش پتھروں کی بھی تو بالکل شانت رہتا ہے
اور اس پر بھی یہ سایہ کا ہمیں آرام دیتا ہے
تھکا منزل کا ہو تو اُس کا دامن تھام لیتا ہے

(چند ایک شُودر عورتوں کا کھیر کا برتن لے کر داخل ہونا)

عورت ۱۔ آہا شردھا میں کتنی طاقت ہے۔
عورت ۲۔ شردھا کے بغیر پُن دان سب کچھ ایک قسم کی حماقت ہے۔
عورت ۳۔ یہ شردھا کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ بَن دیو کا دِل پسیجا ہے۔
عورت ۴۔ سامنے دیکھو! ساکھشات دَیا کے سرُوپ وِدمان ہیں۔ یہی بَن دیو بھگوان ہیں۔

(سدھارتھ کے سر اور بدن پر پھول برساتی ہیں)

عورت ۱ سہ

بعد مُدت کے سپھل پُوجن ہمارا ہو گیا
ہے اندھیرے میں طلوع قسمت کا تارا ہو گیا

سِدھارتھ۔ دیویو! تم کیا سمجھ کر میری پُوجا کر رہی ہو؟
عورت ۱۔ بَن دیو بھگوان۔

سِدھارتھ - کتنی بھولی - کتنی نادان - بھارت کی رمنیاں بھی کتنی اگیان ہیں - ان کی نظروں میں سب انسان ہی بھگوان ہیں - اپنی اس سادگی کیوجہ سے یہ مسانوں - مڑھیوں - اور قبروں کے گرد گھومتی ہیں - بھیس دھاری اور ہٹے کٹے سادھوؤں کے قدم چومتی ہیں ؎

مٹاؤں گا کبھی بھارت کی اس گہری جہالت کو
بناؤں گا کبھی بگڑی ہوئی دُنیا کی حالت کو

دیو لیو! ایں بن دیو نہیں -

عَورَت - کون ہو ؟

سِدھارتھ - ایک انسان ؎

برسوں سے دُکھ بدن کو دیا گیان کے لئے
آوارہ چھ برس سے ہوں نروان کے لئے
بھوجن بغیر سُوکھ کے کانٹا بدن ہوا
اب آگے آتما کے ہے آدھین من ہوا

عَورَت - ہم تو بن دیو کے لئے کھیر بنا کر لائی تھیں -

سِدھارتھ - تو میرے اس جسم کو سنسار اُدھار کے کام پر لگانے کے لئے دُنیا میں ویراگ کا سندیش پھیلانے کے لئے - بھُولی بھٹکی آتماؤں کو راہ پر لانے کے لئے میرے جسم کو طاقت دو - یہ بھوجن مجھے کرا دو -

عَورَت - آپ جیسے مہاتما جن کو اعلےٰ درجہ کی براہمن ہستی بھی نمسکار کرتی ہے - یہ نہایت ہی ذلیل شودر عورت اُن کو اپنے ہاتھ کا بھوجن کرانے سے ڈرتی ہے -

سِدھارتھ - شُودر عورت جس کے ہاتھ کا - نہیں - نہیں - جس کا جو نتھا

مریادا پرشوتم رام نے کھایا۔ وہ کیسی کمبخت کو کب ہاتھ آیا ؎

شردھا کے ہاتھ سے اور پریم بھاؤ سے بنایا ہو
وہ خوش قسمت ہے بھوجن جس نے ایسا شدھ کھایا ہو

عورت۲۔ نیچ اور اونچ کون؟ سب کچھ قدرت کے ایک ہی کاریگر ہاتھ نے بنایا۔ یہ تو محض مان کے ابھیمانی برہمنوں نے اونچے کام کرنے والوں کا مان گھٹایا۔

سدھارتھ۔ ؎

نہیں تو ایک ہی سورج سے سب پرکاش لیتے ہیں
جو بادل ہیں وہ یکساں اپنا جل دنیا کو دیتے ہیں
ہری ہوتی ہے باڑی اُن سے ہی سرمایہ داروں کی
انہیں سے کھیتیاں سرسبز ہیں بھنگی چماروں کی

عورت۱۔ یہ آپ کا مبارک وچار ہے۔ دوجوں کے دل میں تو ابھیمان کا دھکار ہے۔ شودر کا سایہ پڑ جائے۔ تو دوج اُس کو کسی دیوتا کا شراپ خیال کرتا ہے۔ کوئی شودر پیاسا مرتا ہو۔ تو وہ اُس کو پانی پلانا بھی پاپ خیال کرتا ہے۔ ؎

اُسے ڈر ہے ریاضت کا نہ جامہ چاک ہو جائے
اُسے ڈر ہے نہ کعبہ اُس کی یہ ناپاک ہو جائے

سدھارتھ۔ اُس جسم کے ناپاک ہونے کا ڈر۔ جس کو بیمار ہونے پر مل اور موت سے گندہ ہو جانے کا بھی وچار نہیں رہتا۔ اُس جسم کا جو مرنے کے بعد کتوں کا بھی لذیذ اہار نہیں رہتا۔ جس جسم میں غلاظت ہی غلاظت بھرپور ہے۔ اُس جسم کی پاکی کا دوج کو اتنا غرور ہے ؎

وہ بنتا آپ آقا شودر کو بندہ سمجھتا ہے
نہیں آتی اُسے بُو دیش کی بھی نام سے اپنے
وہ کبس بُوتے پر ہے غافل ہُوا انجام سے اپنے

عورت۔ ہاں مہاراج! ماں کے پیٹ سے تو کوئی بڑا چھوٹا ہو کر نہیں آتا۔ زردار ہو۔ یا بے زر دُنیا میں ننگے بدن آتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی دونوں کا جسم ننگا ہو کر خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ دِوج کا جسم تو مر کر سیدھا آسمان پر جائے۔ اور شودر خاکساری کو پاوے سہ

پیٹ سے ماں کے کوئی لاتا نہیں بکچھ پوپت
گیان سے ہی سیکھتا ہے دُھوپ اور چندن کی رِیت
کون ہے جس کو ستاتی ہی نہیں بھُوک اور پیاس
دِوج بڑا بنتا ہے جس سے کیا ہے وہ شے اُسکے پاس

سدھارتھ۔ جو لوگ ورن بیوستھا کی قید لگا کر انسانوں کی ترقی میں بادھا ڈال لیتے ہیں۔ وہ اپنی ہی تباہی کے سانپ کو گودی میں پالتے ہیں۔ وُہ جسم میں دماغ بن کر جسم کی پرورش کرنے کے لئے ترکیب سوچنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ پڑوس میں پھیلی ہوئی بیماری سے غافل رہ کر اپنے گھر والوں کو بھی بیمار کرتے ہیں۔ جب جنگ اور لبواہتر چھتری ہو کر رشی کہلائے ہیں۔ آٹھ وشسٹھ رشی ہو کر گرھوں کے باعث معمولی نشن جُونی میں آئے ہیں سہ

تو پھر چھوٹے بڑے کی قید کیوں انسان لگاتا ہے
وُہ کیوں اس دیش کو چاہِ تنزل میں گراتا ہے

عورت۔ یہ جانتے ہُوئے بھی کہ وُہ آپ بھی غیر قوموں کے قدموں میں کچلا جا رہا ہے۔ اپنے غرور کی سخت سزا پا رہا ہے۔ دوسروں کی نظر و ں میں

خود بھی حقیر سمجھا جا رہا ہے۔ پھر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو نظر سے گرانا چاہتا ہے۔ نیچ اور غریب سمجھ کر ٹھکراتا ہے ؎

اگر دوج اس طرح نیچوں سے دل میں بیر رکھیں گے
تو نیچ اُن کی بھی ہستی کا نہ ہرگز غیر رکھیں گے
نہیں کلجگ یہ کرجگ ہے یہ غیر اُن کو دکھا دینگے
مٹاتے ہیں یہ چھوٹوں کو بڑے اُن کو مٹا دینگے

سدھارتھ۔ بڑائی چھوٹائی کی تمیز ایک بودا خیال ہے۔ مطلب پرستوں کا بچھایا ہوا جال ہے۔ نہیں تو کرم ہی نیچ بناتا ہے۔ اور کرم سے ہی اونچ سمجھا جاتا ہے۔

عورت۔ آپ سچ مچ کے بن دیو ہیں۔

سدھارتھ۔ اور تم بھوجن دے کر میرے جسم کی طاقت کو بڑھاؤ۔ تو میں تم کو دنیا میں بڑھاؤں گا۔ اور تم لوگ نہ اٹھ سکے۔ تو اپنی زندگی کو اسی تعاقب میں مٹاؤں گا۔

عورت۔ تو لیجئے! ہماری ناچیز بھینٹ قبول کیجئے ؎

ہمارا بھاگ اچھا ہے جو بھوگ اس کا لگاؤ تم
اور اونچ اور نیچ کی تفریق کو پہلے مٹاؤ تم

سدھارتھ کھیر کھاتا ہے۔ دھورت ناتھ اور اُس کا چیلا مورکھ داس آتا ہے

دھورت۔ درحقیقت! ایسے مہاتما دنیا میں پاپ بڑھاتے ہیں۔ نیچ عورتوں کے ہاتھ کا کھاتے ہیں ؎

دنیا میں پھر تو ڈوب گیا سادھوؤں کا نام

ایسے چٹور پن کا ہوا سادھوں کو دھیان
دیکھا ہے آج کیسی رذالت کا کھان پان
ایسی بھی تو کسی کی نہ ہو بے حیا زبان

مُورکھ - واقعی - بھیانکر پاپ ہے -

دُھورت - درحقیقت کسی دیوتا کا شراپ ہے

عورت - پھر یہ اُن سادھوؤں سے اچھے ہیں - جو چوری چھپے مانس کھاتے ہیں - سادھو ہو کر بھی مانس مدرا اُڑاتے ہیں - سادھوتا کے پردے میں بدمعاشیوں کا جال پھیلاتے ہیں ؎

جو سادھو ہو کے بھی ایسا ابھی تک بھید باقی ہے
وہ لمپٹ اور فریبی ہے وہ کپٹی اور مراقی ہے

دُھورت - درحقیقت دُنیا سے سادھوتا اُٹھ گئی

مورکھ - واقعی -

(پردہ کا گرایا جانا)

ایکٹ دوسرا

پردہ (۵)

نظارہ - راستہ

{ ایک گرہستی پوکھر مل چلم پیتے ہوئے داخل ہوتا ہے }

پوکھر مل - واہ! کیا ہی کراماتی سادھو تھا - ہر ایک لوٹی کی پہچان ہر ایک

مرض کا گیان۔ برت دھاری اَیسا۔ کہ اناج کبھی نہ کھایا۔ ہمیشہ دُودھ اور با
کا بھوگ لگایا اور دریا دلی تو دیکھو۔ چلم کے لئے کنکر نہ ملا۔ تو پیسہ ہی رکھوا دیا
سُنتا ہُوں۔ اِن لوگوں کی کرامات سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔

(چلم زمین پر اُلٹ دیتا ہے)

ہَیں! یہ کیا ہُوا۔ تانبے کا پیسہ چاندی کا بن گیا۔ ضرور تمبا کو میں کو
بوٹی ملادی ہوگی۔ اب وُہ مہاتما کہاں ملیگا۔ اَیسے مہاتما زندگی میں ایک
بار ہی ملتے ہیں۔ خوش قسمتی سے مل جائے۔ تو کبھی عمر بھر پیچھا نہ چھوڑوں۔

(دھُورت ناتھ اور مور کھ داس کا آنا)

دھورت۔ (خود سے) سہ

ہم سادھو اکھنڈ برت دھاری
کریں تپسیا بن میں بھاری
بگلے کی سی ہے مکّاری
مچھلی نگلی اور دے ماری

پوکھر۔ (خوش ہوکر) آگئے۔ آگئے۔ میری قسمت سے میرے ناتھ آ
گئے۔

(چرن پکڑتا ہے)

دھُورت۔ ارے بھائی! تو ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا۔
پوکھر۔ عمر بھر کی تلاش کے بعد تو تم ہی ایک مہاتما ملے۔ چھوڑوں تو کس طرح
ساکھشات دھنونتری کا پیچھا چھوڑ دوُں سہ

قسمت کی جو تعمیر کریں وُہ تم ہی تو ہو
جو خاک کو اکسیر کریں وُہ تم ہی تو ہو

ڈھورت۔ کیا چاہتے ہو ؟

پوکھر۔ مہربانی کی نظر۔

ڈھورت۔ جاؤ۔ تمہارا کلیان ہو۔

پوکھر۔ (چرن پکڑ کر) مہاراج! بہت غریب ہوں۔ پانچ سات بیٹیاں ہیں سب کا بیاہ کرنا ہے۔ جس طرح تانبے کے پیسے کو چاندی بنا دیا۔ ویسے ہی میری قسمت کے لوہے کو مہربانی کے پارس سے سونا بنا دو۔

ڈھورت۔ کیا تم سونے کے طلبگار ہو ؟

پوکھر۔ تم تو دولت کا بھنڈار ہو۔

ڈھورت۔ جاؤ! ہم تمہاری خدمت سے پرسن ہیں۔ جاؤ۔ چاندی لے آؤ۔

پوکھر۔ مہاراج ابھی لاتا ہوں (جاتے ہوئے) بس تقدیر کا دوار کھل گیا۔ سمجھو۔ کہ سارا دردِ سر دھل گیا۔

(جاتا ہے)

ڈھورت۔ درحقیقت۔ مورکھ گھنٹال ہے۔

مورکھ۔ واقعی۔ مگر گورو جی! یہ کیسے بنے گا سونا ؟

ڈھورت۔ کس کا سونا۔ یہ تو سمجھو۔ عمر بھر کا رونا۔ اچھا۔ تم ایک ہنر تو سیکھ جاؤ گے۔ درحقیقت میں نہیں ہونگا۔ تو کما کھاؤ گے۔

مورکھ۔ واقعی۔

ڈھورت۔ بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔

مورکھ۔ عیاری۔ مکاری۔ حرام کاری جو کچھ آپ سے سیکھا۔ سب کچھ یہیں خرچ کر دوں گا۔

دھُورت۔ درحقیقت دَوڑ کر جاؤ۔ اَور ایک ہی نمونہ کی دو ہنڈیاں لے آؤ۔
مُورکھ۔ ابھی لاتا ہُوں۔
دھُورت۔ اُس بیوقوف سے پہلے آنا۔
مُورکھ۔ ابھی آیا۔

(جاتا ہے)

دھُورت۔ حرص بھی بُری بَلا ہے۔ کمبخت کس طرح اپنی تباہی پر تُلا ہے ہم نے بھی ایک معجزہ دکھا دیا۔ اُس سے پَیسہ لیا۔ اَور چلم میں اپنے پاس سے اٹھنی کا سِکّہ دبا دیا۔ درحقیقت پہلے کوئی معمولی سی کرامات نہ دکھائی جائے تو مُورکھ آدمی کو یقین کِس طرح آئے ؎

دھوکا دھڑی فریب بہانہ
جو بھی طاق ہے اِس میں دانا
جِس نے یہ سب بِدیا جانی
ہے وُہ سادھُو مہا گیانی

{ مُورکھ واس دو ہنڈیاں لے کر آتا ہے }

مُورکھ۔ دیکھ لیجئے۔ گورُو جی کیسی ہم شکل ہیں۔
دھُورت۔ درحقیقت ایک سانچے میں ڈھلی ہیں۔ ایک گود میں پلی ہیں
مُورکھ۔ اب کیا کرُوں۔
دھُورت۔ پتّھر اُٹھا لاؤ۔
مُورکھ۔ لیجئے!

(پتّھر لاتا ہے)

ڈھورت۔ اس میں بھر دو۔
مورکھ۔ (ہنڈیا میں بھر کر) یہ بھر دیئے۔
ڈھورت۔ اب اس کو کپڑ مٹی کرو۔
مورکھ۔ یہ کر دیا۔
ڈھورت۔ اب اس کو اُس سامنے والی جھاڑی میں چھپا کر رکھ آؤ۔
(رکھ آتا ہے)
مورکھ۔ رکھ آیا۔ اب اور کیا کرنا ہوگا۔
ڈھورت۔ جو کچھ میں اُس سے کراؤں گا۔ ہوشیاری سے دیکھتے رہنا۔ جب وہ اُس دوسری ہنڈیا کو آگ میں رکھ آئے گا۔ تم فوراً ہی نکال لینا۔ اور پتھروں والی ہنڈیا رکھ دینا۔ آگے کیا ہوگا۔ معلوم ہو جائے گا۔
مورکھ۔ بہت بہتر۔
ڈھورت۔ لو وہ قسمت کا بلی بھی آگیا۔ تم کہیں چھپ جاؤ۔ جونہی وہ ہنڈیا رکھ کر آئے۔ فوراً نکال کر دوسری رکھ دینا۔
(پوکھر کا بغل میں پوٹلی دابے داخل ہونا)
پوکھر۔ مہاراج! گھر کے تمام زیور لے آیا۔ جو سونے کے تھے۔ اُن کو بھی چاندی کے بدلوا لایا۔
ڈھورت۔ درحقیقت جب مہاتما لوگوں کے دیا کے بادل گھر کر آتے ہیں۔ تو گرہستی لوگ اپنے مقدر کی کھیتی میں بیج لو جاتے ہیں۔
پوکھر۔ اب کیا حکم ہے۔
ڈھورت۔ جاؤ۔ وہ سامنے اُس جھاڑی سے دو قدم اس طرف ہاتھ بھر کا چوڑا اور ہاتھ بھر کا گہرا گڑھا کھود رکھا ہے۔ اُس میں پچیس اُپلے نیچے رکھو۔

پوکھر۔ اُس کے بعد۔
ڈھورت۔ اِس کے بعد پھر بتاؤں گا۔
(پوکھر جانے لگتا ہے)
ہاں۔ مگر اس کنچنی مایہ کو ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ ہم کو اِس سے بڑی نفرت ہے۔
پوکھر۔ بہت اچھّا۔ مہاراج۔ (گیا)
ڈھورت۔ سونے کی ہوس کے نشہ میں چور ہے۔ جب یہ لوگ ایسے مُورکھ ہوں
تو اِس میں ساوھُو کا کیا قصُور ہے۔
پوکھر۔ (آکر) مہاراج! سب کچھ کر دیا۔
ڈھورت۔ اب اِس ہنڈیا میں زیور رکھ دو۔
پوکھر۔ رکھ دیا۔
ڈھورت۔ اِس کا مُنہ ڈھکن سے بند کر کے کپڑ مٹّی کرو۔
پوکھر۔ کر دیا۔
ڈھورت۔ اب اِس ہنڈیا کو آہستہ سے اُن اُپلوں پر رکھ آؤ۔ اور اُس کے
اُوپر پچیس ۲۵ اُپلے لگا کر آگ دے آؤ۔
پوکھر۔ بہت اچھّا مہاراج۔
(جاتا)
ڈھورت سے

بتہ بالا ہاتھ صفائی
سب روگوں کی ایک دوائی
جو جانے بدیا چوراسی
وُہ ساوھُو گنگا کا باسی

پوکھر حکم کی تعمیل کر دی۔
ڈھورت۔ بیٹھ جاؤ۔ تم پر کوئی دوپہر کا سنیچر اور ہے۔ بس پھر تم ہو گئے۔ یا
تمہاری دنیا عیش اڑاؤ۔ اور گلچھرے اڑاؤ۔ سادھو تو چراغ کی طرح دوسروں کو
روشنی دیتے ہیں۔ اُن کے نیچے اندھیرا ہی رہتا ہے۔ جس کا جی چاہے، ہاتھ
دھولے۔ یہاں تو دیا کا دریا بہتا ہے۔

(ہمت رام اور مالتی کا آنا)

ہمت رام۔ جے ہری اوم
ڈھورت۔ کلیان ہو۔ آگئے۔
ہمت رام۔ مہاراج۔
ڈھورت۔ سامگری لے آئے۔
ہمت رام۔ جی مہاراج۔ پاؤ بھر دھوپ۔ سیر بھر چندن۔ گز بھر لال کپڑا۔
سُرخ لال کا ایک ٹکڑا۔ سُرخ رنگ کی لکڑی۔ سُرخ پھول۔

(مورکھ داس کا آنا)

ڈھورت۔ کیوں بیٹا مورکھ داس۔ اُس عورت کا بھوت نکال آئے۔
مورکھ۔ جی ہاں۔ جھاڑی کا بھوت اس وقت کنوئیں میں ہے اور کنوئیں
کا جھاڑی میں۔
ڈھورت۔ جاؤ۔ اور کنوئیں والے بھوت کو ندی پر لے جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں۔
مورکھ۔ بہت بہتر

جاتا ہے۔ اور زیوروں کی پوٹلی لے
کر بتاتے ہوئے پتہ پر چلا جاتا ہے

ہمت رام۔ اب مجھے کیا کرنا ہوگا ؟

دھورت - درحقیقت - یہاں آسن جماؤ - لال کپڑا بچھا دو -
ہمت رام - جما دیا - بچھا دیا -
دھورت - سامنے لکڑی پر چندن رکھو -
ہمت رام - رکھ دیا -
دھورت - دھوپ کو آگ دکھاؤ ؟
ہمت رام - دکھا دی -
دھورت - اب جو میں منتر بتاؤں - ایک سو ایک بار اُس کا جپ کرو -
ہمت رام - بہت بہتر -
دھورت - لکھ لو -
ہمت رام - (لکھتا ہے)
دھورت - ادم مہا دیوی بھوانی - کیلاش کی رانی - ہموں واس انجان - کرو کلیان - جگت کی داتا - سنتان کی داتا - استری ہر نم - دُکھ بھر نم - نج کرنم بھونرنم یسواہا -
ہمت رام - لکھ لیا -
دھورت - مَیں اِس دیوی کو پدھی انوسار ندی میں اشنان کرا کر لاتا ہوں - جبتک ہم آئیں - منتر کا جاپ کرو - بھوانی کی کرپا - آج بارہ بجے منورتھ سِدھ ہو جائے گا - چلو ماتا -

{ بیچاری بھولی بھالی استری (امالتی) ساتھ جاتی ہے }

پوکھر - او مہاراج - مجھے کب تک یہ آگ تاپنی ہوگی -
دھورت - ٹھنڈی ہو جائے - تو نکال لو - تاکہ آنچ کی کسر نہ رہ جائے -
پوکھر - بہت اچھا - مہاراج -

دُھورت ۔ اَور تم بھی یہ منتر جپتے رہو۔
" اوم مہادیوی بھوانی ۔ کیلاش کی رانی ۔ جگت کی تراتا۔ لکشمی کی داتا۔
دھن ہرنم ۔ دُکھ بھجنم ۔ رُج کرنم ۔ بھَو ترنم ۔ سواہا۔"

دُھورت مالتی کو لے کر جاتا ہے
دونو بڑے اُونچے شور سے منتر کا
جاپ کرتے ہیں ۔

ایکٹ دوسرا — سین چھٹا

نظارہ ۔ راجہ بھیم سار کی یگیہ شالا

منڈپ سجا ہُوا ہے۔ یگیہ کے متعلقہ
تمام ساز و سامان جمع ہے۔ ویدپاٹھی
براہمن وید منتر پڑھ رہے ہیں ۔ اَور
سواہا اُچارن کر کے ہون کنڈ میں
آہوتی ڈالتے ہیں ۔

راج پروہت۔ شکتی کے پوجاری ۔ کرم چاری ۔ رُدھر رُوپ دھاری ۔ آؤ ۔
تلوار اُٹھاؤ ۔ بلیدان کے لئے تیار ہو جاؤ ۔
(پوُجاری تلوار لئے داخل ہوتا ہے)
پوُجاری ۔ سیوک تیار ہے ۔ جہاں تلوار کی بجلیاں چمکیں گی ۔ زمین پر خوُن

کی ندیاں بہہ نکلیں گی۔

راج پروہت۔ معلوم ہے۔ کتنے جیووں کی موکش کا سامان ہوگا؟

پوجاری۔ ایک لاکھ پشوؤں کا بلیدان ہوگا۔

| پشوؤں کو لاکر ایک قطار میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ |

راج پروہت۔ اے سرشٹی کے دیوتاؤ۔ آؤ۔ آسمان سے اُتر کر آؤ۔ پاتال سے نکل کر آؤ۔ اور ان بے شمار جیوؤں کی بلی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھو ان کے لہو اور ماس کی خوشبو سے ترپت ہو جاؤ۔ خوشنودیٔ مزاج کا وہ معجزہ دکھاؤ۔ کہ مہاراج کے آتما سے جنم بھر کے پاپوں کا بوجھ اُتر جائے۔ اور خوبصورت مُراد کے لعلوں سے مہارانی کی گود بھر جائے۔

پوجاری۔ (تلوار اٹھا کر گردن اڑانا چاہتا ہے) شکتی کی جے۔

سدھارتھ۔ (آکر) ٹھیرو۔ ٹھیرو سہ

جو اُٹھا رکھی ہے تم نے وہ جفا کون سی ہے
کی نہیں جو کہ انہوں نے وہ وفا کون سی ہے
سب وفاؤں کا صلہ اُن کو یہی دیتے ہو
جان جو چیز کسی اور کی ہے۔ لیتے ہو

راج پنڈت۔ دیوتاؤں کے کام میں دخل دینے والا۔ یہ کون ہے۔

پشوؤں کا طرفدار۔

سدھارتھ۔ تمام جیوؤں کا سیوا بردار

راج پنڈت۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟

سدھارتھ۔ مہاراج سے ان کے لئے رحم کا خواستگار سہ

بھکاری مانگتا ہے بھیک معصوموں کے پرانوں کی
بچانا چاہتا ہے زندگی ان بے زبانوں کی

بھیم سار ۔ دیوتاؤں کا سا جلوہ صورت پر آشکارہ ہے ۔ یہ دیوتا ہے یا دیا کا اوتار ہے ۔

سدھارتھ ۔ مہاراج! اتنے جیوؤں کا خون بہانے کی غرض ؟

راج پروہت ۔ دھارمک فرض ۔

سدھارتھ ۔ اچھا فرض ادا کرتے ہو ۔ بلا وجہ اتنی بڑی کائنات کو فنا کرتے ہو ۔ دھرم کے پردے میں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہو ۔ خیالی سورگ میں خیالی گھر بنانے کے لئے دوسروں کا خانہ خراب کرتے ہو ؎

کہاں کا دھرم ہے جو جیوؤں کی ہنتیا سکھاتا ہے
خموشی پر ہی ان کی آدمی کو رحم آتا ہے
زباں ان کی بھی ہوتی تو زباں سے التجا کرتے
جو تم ہی رحمدل ہوتے تو کیا ایسی جفا کرتے

راج پروہت ۔ تم اس کا مطلب نہیں سمجھتے ۔ یہ پشو بلیدان ہے ۔

سدھارتھ ۔ کہیں وید شاستر میں اس کا پرمان ہے ؟

راج پروہت ۔ ہاں ۔

سدھارتھ ۔ بتاؤ ۔ دکھاؤ ؟

راج پروہت ۔ یہ یگیہ شالا ہے ۔ مناظرہ نہیں ۔ تم کیا یگیہ میں وگھن ڈالنے آئے ہو ۔

سدھارتھ ۔ پوچھنے آیا ہوں ۔ کون ہے ان کا پتا ماتا ؟

راج پروہت ۔ بھگوان ۔

سدھارتھ۔ اور تمہارا جنم داتا۔

راج پنڈت۔ بھگوان۔

سدھارتھ۔ یعنی تم اور یہ سب ایک ہی پتا کی سنتان ؟

راج پنڈت۔ ہاں۔

سدھارتھ۔ پھر تم کو کیا حق ہے۔ جو ان پر تلوار اُٹھاؤ۔ تم جیو۔ اور ان کے جیون کو مٹاؤ۔ یہ اپنے پتا کی کائنات میں سے خودرو نباتات کھا کر پیٹ پالیں اور آپ ان کو کھالیں ؎

سنگدل اتنے کہ دل دُکھ سے پگھلتا ہی نہیں
کیا کریں مجبور ہیں بس ان کا چلتا ہی نہیں
دھرم کے حامی کریں یہ پاپ حیرانی ہے یہ
تم لہو ان کا بہاتے ہو۔ تو کیا پانی ہے یہ

راج پنڈت۔ ان کے لہو سے پاپوں کے داغ دُھلتے ہیں۔ سورگ کے دوار کھلتے ہیں۔

سدھارتھ۔ غلاظت سے کیا غلاظت بھی دور ہو سکتی ہے۔ گناہ کی تاریکی سے گناہ کی ظلمت بھی دور ہو سکتی ہے ؎

مٹاتا دوسروں کو جو ہے وہ خود آپ مٹتا ہے
نئے پاپوں کے دوارا کیا پرانا پاپ مٹتا ہے

راج پنڈت۔ وید بتلاتا ہے۔ کہ بلی کے لئے جیو ہتیا پاپ نہیں۔ بلی کے جیووں کو نہ چھوڑ دینے سے سکھ ہوتا ہے۔ نہ اُن کو کسی ہتھیار سے دُکھ ہوتا ہے ؛

سدھارتھ۔ دُکھ نہیں ہوتا۔ تو تم خود ہی قربانی کا بکرا کیوں نہیں بن جاتے

جب بلی کا پشو سورگ میں جاتا ہے۔ تو آپنے ہی جسم کو اس بیدی پر کیوں
نہیں چڑھاتے۔ خود ہی سورگ میں کیوں نہیں جاتے ؎

یونہی شمشیر پشوؤں پر اٹھانا کھیل سمجھا ہے
کسی معصوم کی ہستی مٹانا کھیل سمجھا ہے

بھیم سار۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ بے قصور کیوں کسی کو مٹائیں۔
- پھر آپ ہی خیال فرمائیں ؎

پشو تو تمہارے لئے دکھ اٹھائیں
رتھوں میں تجھے کاٹے کوسوں لے جائیں
تمہارے لئے رہٹ اور ہل چلائیں
پلائیں تمہیں دودھ اور گھی کھلائیں
عوض کیا یہی ہے انہیں مار ڈالو
تم ان کا بلیدان دو ان کو کھالو

بھیم سار۔ یہ سب خود غرضی کے لئے ایک بہانہ ہے۔ یہ ان کا نہیں
ایشور کی اچھاؤں کا خون بہانا ہے۔

سدھارتھ۔ کیوں کہ کرموں کا پھل ان کا خون بہانے سے بیکار نہیں ہوتا۔
جیوؤں پر ظلم کرکے جیوؤں کا ادھار نہیں ہوتا ؎

کرم جو کرتا ہے انسان اُن کا پھل خود پائیگا
جو عمل جیسا کرے گا ویسا آگے آئے گا
میں تو کھاؤں زہر اور دے جان کوئی دوسرا
میری خاطر جیو کیوں کوئی نرک میں جائیگا

بھیم سار۔ پنڈت جی کیا کہتے ہو؟

سِدھارتھ ۔ جب شریمان ہی اس راہ میں لغزش کھا رہے ہیں پُوجاری ۔ اور میرے ہاتھ بھی اس خونِ ناحق سے تھرا رہے ہیں۔
سِدھارتھ ۔ تو سمجھ لو۔ یہ ضمیر کے خلاف ہے۔ اور جو ضمیر کے خِلاف ہے،
وُہ دھرم کی قائم کی ہوئی لکیر کے خِلاف ہے۔
۔ کھول دو۔ چھوڑ دو۔ چھوڑ دو۔ اِن تمام پشوؤں کو رہا کر دو سے
غرض کے بندوں نے یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے
ستیہ جو دھرم ہے وہ دھرم چھپا رکھا ہے
پیٹ پوجا کے لئے ہیں یہ بہانے سارے
جاہل اسواسطے دُنیا کو بنا رکھا ہے

ٹرانسفر

(ساکھشات شکتی درشن)

شکتی ۔ سے

لوک اور پرلوک دونوں کا ہی سادھن کر دیا
ان کی جان بخشی ہوئی البشور کو پرسن کر دیا
(دیوتا پھول برساتے ہیں)

ٹیبلو

ڈراپ

ایکٹ تیسرا سین پہلا

نظارہ۔ راستہ

پُر باسیوں کا مجمع۔ سب کے
ہاتھوں میں بُودھی سنتو، نشان
کے جھنڈے ہیں

گانا

۱۔ ہے سوآدھنیتا جنم ادھیکار ہمارا
کوئی دھن نہیں اس مہادھن سے پیارا

۲۔ نکلتے ہیں آنند کے سوت جس سے
سوآدھنیتا ہے وہ بیکنٹھ دھارا

۳۔ یہی لوک پرلوک کا ہے ذریعہ
ہے کلیان اس سے ہمارا تُمہارا

۴۔ وہی اس سے محرُوم ہوتا ہے جگ میں
ہو ڈوبا ہُوا جس کی قسمت کا تارا

۵۔ اسی دھن کو پاکر ہے دھنوان مانش
اسی دھن کا بھوکا ہے سنسار سارا

سب۔ بودھی سنتو کی جے۔

سامنے سے بدھ کا داخل ہونا

سب پرنام کرتے ہیں

پہلا۔ تم اہنسا کے اوتار۔ ہم ہنسا کا شکار۔ بودھی ستو۔ دیا کے بھنڈار ہماری رکھشا کرو۔

بدھ۔ میری زندگی۔ اور زندگی کی تمام مصروفیتیں سروساؤدھارن کے لئے موجود ہیں

پہلا۔ آپ کی موجودگی میں یہ ہنسا ؟

بدھ۔ کون سی ؟

پہلا۔ راجہ وکرم دت غرور اور خود پسندی کی لہروں پر تیر رہا ہے۔ اُس کا سرکاری عملہ ہم پر ظلم کر رہا ہے۔ اہلکاروں کی سنی جاتی ہے۔ رعایا کی آواز ٹھوکریں کھاتی ہے۔ اہلکاروں کا پیٹ بڑی بڑی تنخواہوں سے بھرا جاتا ہے ہم کو اور ہمارے بچوں کو بھوکا رکھا جاتا ہے۔ ہماری کمائی خزانوں کو بھرتی ہے ہماری کمائی سینا کا پالن کرتی ہے۔ اس پر بھی نہ خزانوں پر ہم کو اختیار ہے نہ سینا پر کچھ ادھیکار ہے ۔

بیداریاں عذاب ہیں نیندیں حرام ہیں

گویا کے ہر طرح سے غریب اور غلام ہیں

بدھ۔ جیو پر جیو اتنا ظلم روا رکھے۔ طاقت ور اور کمزور کو دبا رکھے۔

دوسرا۔ نرغے میں پھنسی ہوئی ہرنی کی مانند تڑپتے ہیں۔ رہائی کیواسطے نہ زور رکھتے ہیں۔ نہ زور کرتے ہیں۔

جو ہوا ہے مخالف ہے اپنے گلشن کے لئے

بجلیاں ہی بجلیاں ہیں اپنے خرمن کے لئے

گل کھلائے محنتوں سے اپنی ہم نے باغ میں

ہم کو کانٹے بھی نہیں ملتے ہیں دامن کے لئے

پہلا۔ راجہ کی طاقتوں کے بل پر سرمایہ دار مزدوروں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ سرمایہ داروں کی لبھاظِ شطرنج پر پیادے فرضی کی پدوی پا رہے ہیں۔

بُدھ۔ دُنیا میں یہ کسی کا حق نہیں۔ کہ وہ خود تو طرح طرح کے لذیذ بھوجن کھائے۔ اور مزدور کو دو روٹیوں کا ملنا دوبھر ہو جائے۔ وہ خود عالیشان مکانوں میں رہے۔ اور مزدور آسمان کی چھت کے نیچے گرمی اور سردیوں کی دست درازیوں سے تنگ آئے۔ اُس کے صندوق کی زینت کے لئے تو ہزاروں پوشاکیں موجود ہوں۔ اور مزدور چیتھڑوں کے لئے گدا کا دامن پھیلائے۔

ایک تو دُنیا کی ہر دولت سے مالامال ہو
ایک ہو مجبور بے بس اور خستہ حال ہو
جس کے دامن میں ہو دریا کھیت وہ سوکھا رہے
رات دن مرتا رہے مزدور پھر بھوکا رہے

پہلا۔ بھگوان۔ یہ سب پرآدھینتا کی مایہ ہے

اُنہیں تو راحتیں ساری میسر ہیں زمانے کی
ہمیں آٹھوں پہر ہے فکر لیکن پینے کھانے کی
وہاں بڑھتی ہے روکڑ دن بدن اُنکے خزانے کی
یہاں لیکن ہے محتاجی ہمیشہ دانے دانے کی
وہاں تو پیاس بجھتی ہے مسرت زا شرابوں سے
یہاں پلتا ہے پیٹ اپنے کلیجوں کے کبابوں سے

بُدھ۔ یہ سخت بے انصافی ہے۔

پہلا۔ تو آپ ہی فرمائیے۔ اس کی کیا تلافی ہے؟

بُدھ۔ مَیں تمہارے لئے راجہ کے کرودھ اور قانون کی تمام سختیوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہُوں۔ تمہارے مقصد کے لئے مَوت کا سامنا کرنے کو تیار ہوں ۔

ہے میری آرزو دُنیا سے مٹ جائے جفاکاری
رعیّت میں بغاوت ہو نہ راجہ میں ریاکاری
تفاوت کا نہ رہ جائے کہیں طوفان دُنیا میں
نہ ہو انسان کا دُشمن کوئی انسان دُنیا میں

سب۔ بولو۔ بودھی ستو کی جے۔

(سب جاتے ہیں)

ایکٹ تیسرا سین دوسرا

نظارہ۔ کچہری

(راجہ وِکرم معہ اُمرا و وزرا کے)

وِکرم۔ مَیں نے سُنا ہے۔ رعایا میں بے چینی پائی جاتی ہے۔

وزیر۔ حضُور! لوگوں کے دماغ پھر رہے ہیں۔

وِکرم۔ کیا مانگتے ہیں؟

وزیر۔ ناحق کمبختی کے بگولے میں گھر رہے ہیں۔

وِکرم۔ اِس شور و شر کا مقصد کیا ہے؟
وزیر۔ کسی سادھو کو اپنا رہنما بنا لیا ہے۔ اُسی نے سب کو بہکا دیا ہے۔
وِکرم۔ کچھ تو کہتے ہوں گے؟
وزیر۔ ناممکن بات۔ منقلق خرافات۔ کہ تمام محصول مُعاف کر دیئے جائیں۔
سرکاری اہلکار بڑی بڑی تنخواہیں پائیں۔ سینا کی تعداد کم کی جائے۔ اور خرچ
کے وقت اُن کی رائے پُوچھ لی جائے۔
صلاح کار۔ یعنی جن بُنیادوں پر سلطنت کے ستُون قائم ہیں۔ اُن بُنیادوں
کو ہی کمزور کیا جائے۔

| بُدھ مع آدمیوں کے داخل ہوتا
ہے |

بُدھ۔ لیکن سلطنت کا سب سے بڑا اور مضبُوط ستُون رعیت ہے۔ اور
رعیّت کی سلامتی میں ہی راجہ کی خیریت ہے ؎

یہ شوکت کس مصرف کی پر جا جب دُکھ اُٹھاتی ہے
بدن میں راج کے طاقت رعایا سے ہی آتی ہے
کمانے والے بیٹوں کے ہی جب تم ہاتھ کاٹو گے
کلیجہ کس کا کھاؤ گے لہو تم کس کا چاٹو گے

وِکرم۔ مہاتما تم کیا چاہتے ہو؟
بُدھ۔ ہنسا دھرم
وِکرم۔ تو راجہ بھیم سار کی پیروی میں ہم نے جیو بلیدان کی رسم کب سے چھوڑ
دی۔ آج سے نہیں۔ بہت مُدت سے ہنسا کی پرنالی توڑ دی۔
بُدھ۔ جیوؤں کے جسموں کو لوہے کے ہتھیاروں سے مارنا بند کر دیا ہے۔

لیکن اُن کی روحوں کو کام - کرودھ، لوبھ، موہ اور اہنکار کے ہتھیاروں سے بدستور مارنے جا رہے ہو۔ جب سخت گیری کی نیتی سے کروڑوں جیوؤں کو ستا رہے ہو۔ تو پھر اہنسا کہاں کی۔ سرمایہ دار اُسی طرح مزدور کو کچل رہا ہے۔ اہلکاروں کی خود پرستی کا ہتھیار اُسی طرح غریب رعایا پر چل رہا ہے۔ غیر منصفانہ قانون اُسی طرح بے گناہوں کی گردنیں کاٹ رہے ہیں۔ زمیندار اُسی طرح کاشتکاروں کا خون چاٹ رہے ہیں ؎

بوجھ رکھا کس قدر انسان نے انسان پر
توڑے جاتے ہیں ستم اہلِ وفا کی جان پر
خون تک تو چوس لینے سے ذرا ڈرتے نہیں
اس پہ بھی کہتے ہیں ہم ہنسا کوئی کرتے نہیں

وِکرم - کیا یہ سچ ہے؟

بُدھ - ہاں ظاہری طور پر میدانوں کی لڑائیاں بند ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر راج ادھیکاریوں اور لوگوں میں ایک خوفناک خفیہ جنگ ہو رہی ہے۔ اہلکار رشوت سے رعایا کو لوٹ کھانے کی فکر میں ہے۔ سرمایہ دار مزدور کی مزدوری کھا جانے کی فکر میں ہے۔ جاسوس بے گناہوں کو پھنسا کر خوشنودی حاصل کرنے کا طالب ہے۔ زبردست زیردست پر ہر طرح سے غالب ہے۔ ؎

گو کمزور کے ہتھیار کیا۔ نالے ہیں آہیں ہیں
فقط مجبوریاں ہیں آب آلودہ نگاہیں ہیں
ادھر تو کام لیتے لاٹھیوں سے اور بھالوں سے
ادھر ہیں آسماں سر پر اُٹھا رکھے اپنے نالوں سے

وکرم۔ وزیر کہتے ہیں۔ رعایا تو سُکھی ہے۔
بُدھ۔ تو پھر آپ نے رعایا کی حالت کو اُنہوں لوگوں کی نگاہوں سے دیکھا ہوگا۔ میں بھی راجہ کا بیٹا ہوں۔ مَیں نے رعایا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اہلکار لوگ راجاؤں کو دکھانے کے لئے گھڑی دو گھڑی کے واسطے پرجا کی اصلی حالت کو راحت فزا نمود کا لباس پہنا دیتے ہیں۔ اور اپنے ظلم کے دردناک اثرات کو حکیمانہ اختیار سے چھپا لیتے ہیں ؎

دیکھو جو غور سے تو کلیجے ہیں پک گئے
حال اُن کا یہ شریف لیٹرے ہیں جھک گئے
بگڑے ہوئے بہت ہی زمانے کے طَور ہیں
کھانے کے دانت اور دکھانے کے اَور ہیں

وکرم۔ تمہاری زبانی اصلی حالت کو جان کر میرا کلیجہ کانپ اُٹھا۔ کہو۔ تم کیا چاہتے ہو۔
بُدھ۔ مزدوروں کی حالت کو بہتر بنایا جائے۔
وکرم۔ اَور ؟
بُدھ۔ سرمایہ داروں کی زیادتیوں کو گھٹایا جائے۔
وکرم۔ اَور ؟
بُدھ۔ کسانوں اور دہقانوں کو اُٹھایا جائے۔
وکرم۔ اَور ؟
بُدھ۔ اچھوتوں اور ہندوؤں کو ملایا جائے۔
وکرم۔ اَور ؟
بُدھ۔ محصُول کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے سرکاری خرچ کو اعتدال پر لایا

جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ سرکاری خزانے کی آمدنی اور خرچ کا حساب رعایا کی مرضی سے بنایا جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ فضول نمائشوں پر زر نہ لُٹایا جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ رعایا کی صحت اور تعلیم پر زیادہ روپیہ لگایا جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ کھیتی باڑی کرنے والے جانوروں کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام فرمایا جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ اہنسا کو سروسادھارن کے لئے قانون بنایا جائے۔

وِکرم۔ اَور؟

بُدھ۔ بس۔ یہی آزادی کا سامان ہے۔ اور اسی میں راجہ اَور پرجا دونو کا کلیان ہے۔

وِکرم۔ مہاتمن۔ تمہارا اُپدیش بڑا ہتکاری ہے۔ یہ سیوک آج سے تمہارا سچا پُوجاری ہے۔ آج سے یہ راج میرے اور میرے تعلق داروں کے لئے نہیں۔ رعایا کے لئے ہوگا۔ مَیں خود بودھی ستو کی شرن ہوں سہ

میرے پہ اِک بوجھ تھا۔ بھگوان اُتارا تم نے

کر دیا آن کے کلیان ہمارا تم نے

چیز جس کی تھی اُسے دے کے سبکدوش ہُوا
دے کے سوراجیہ پرجا کو مجھے سنتوش ہُوا

چرنوں پر گرِتا ہے۔ آسمان سے
پھولوں کی بارش ہوتی ہے۔ آواز
پر آزادی کے درشن ہوتے ہیں

ایکٹ تیسرا سین تیسرا

دِکھاوَ۔ بَن

پیپل کے نیچے سدِھارتھ کی اکھنڈ سمادھی
(کام دیو اور رتی کا سائیڈ میں آنا)

کامدیو۔ تو پھر یہ آخری وار ہے۔
رتی۔ جو ایک بار مُنہ کی کھائے۔ تعجب ہے۔ جو آزمائی ہُوئی بات کو آزمائے۔
کامدیو۔ کیا کروں۔ نام کی شرم ہے۔ یہ بھی ایک مرم ہے۔ اِس نے دُنیا پر
جادُو ڈالا۔ تو پھر کون ہے۔ مجھے پُوچھنے والا۔
رتی۔ یہ ایسی چٹان ہے۔ جو لہروں کی جدوجہد سے نہ رہیگی۔
کامدیو۔ ایک مرتبہ پھر بلا کر دیکھو۔
رتی۔ کامیابی نہیں ملے گی۔
کامدیو۔ یہ تیر بھی چلا کر دیکھو۔
رتی۔ کیا کروں؟

کام دیو۔ اب کے گوپا کی شکل میں جاؤ۔ عجب نہیں۔ جو پُرانی محبت پھر
عود کر آئے۔ اور اس کی ساری تپسیا بے سُود جائے۔

رتی۔ فضول ہے۔

کام دیو۔ کوشش کرنا۔ کیا کوئی بُرا اصول ہے۔

رتی۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

آواز

رتی کا لباس تبدیل ہو جاتا ہے۔
اور اس کا رُوپ گوپا کی صُورت سے
بدل جاتا ہے۔ ادھر طرف سے بہُت
سی کامنیاں گوپا کی خادماؤں کے
لباس میں نمودار ہوتی ہیں۔

گانا

پیاری۔ پیاری۔ کیسی کھلی جوبن کی پھلواریاں
کیسی رتو راج نے کیں۔ رتو کی گلکاریاں
رُوپ رنگ کا نکھار
نکھری ہے کیا بہار
ہے خرام جوئے بار
آنند کی پھوہار
بھر بھر کے پیالے پلاؤں گی مدن کے۔

چرنوں میں موتی نچھاور جوبن کے
پیا پیارے کو۔ نینن کے تارے کو۔
پریم رس کے پیالے پلاؤں گی۔
مودکان میں آج لے جاؤں گی۔
پیاری۔ پیاری کیسی کھلی۔

رتی۔ دلوں کے غنچے کھل گئے۔ بچھڑنے والے مل گئے۔

سدھارتھ۔ تم کون ہو تپسیا میں بادھا ڈالنے والی۔ گیان دھیان کے دامن پر باسناؤں کا کیچڑ پھینکنے والی؟

رتی۔ پران ناتھ۔ پران پیاری کو نہ پہچانا۔ اس طرح رات کے وقت اکیلی چھوڑ آنا۔ دھوکا دیا۔ حسرتوں کو پامال کیا۔ ارمانوں کا خون کر دیا۔

سدھارتھ۔ تم کیا کہتی ہو؟

رتی۔ یہی۔ کہ تمہارے بغیر میری زندگی وبال۔ فسانۂ حیات وہم و خیال۔ دفور بیکار زندگی وقفِ افکار۔ دیکھو! دیکھو! چاند اُن ستاروں کو جو اس کے پیارے ہیں جو اس کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ ہم آغوش میں لئے آسمان پر آنند کر رہا ہے کائنات کا ذرا ذرا راحت کے مزے لے رہا ہے۔ ایک میں ہی بدنصیب ابلا ہوں۔ جو خوف سے کانپنے کے لئے تن تنہا ہوں۔ ؎

مجھ کو گشتۂ فراق کو تڑپاؤ تم نہ اور
پیاری کو اپنے وصل سے ترساؤ تم نہ اور
اب ہو چکی ہیں ہجر میں اختر شماریاں
گھڑیاں غم اور درد کی گنواؤ تم نہ اور

سدھارتھ۔ کس سے بات کر رہی ہو؟

رتی ۔ اُس سے جو کبھی پر مود کانن میں مجھے پران پیاری کہہ کر بلاتے تھے۔ آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ مجھ پر میٹھے تبسم کے پھول برساتے تھے۔ اور جب جذبۂ اُلفت میں بے بس ہو جاتے تھے ؎

کلائی سے پکڑ کر مجھ کو چھاتی سے لگاتے تھے
کھلے بالوں کو میرے دستِ نازک سے ہٹاتے تھے
پسینہ پونچھتے تھے ریشمی رومال سے میرا
لبوں کا رس میرے ہونٹوں کی لذت کو پلاتے تھے

سدھارتھ ۔ (حقارت سے ہنس کر) شنکر کی سمادھی پر اندر جال ۔ ہمالہ کو متحرک کرنے کا خیال ؟

رتی ۔ پیارے مجھے اس طرح نا اُمید نہ کرو ۔ میری پرانی محبتوں کا خیال کرو ۔ میرے دہکتے ہوئے کلیجے پر وصال کا برف رکھ کر میری نہال آرزو کو نہال کرو ؎

لگی ہے آگ سینے میں بجھا دو گے تو کیا ہوگا
آلنگن کا مجھے امرت پلا دو گے تو کیا ہوگا
تم ہی تھے جان میری جسم اب آزاد پھرتا ہے
جو اپنی ایک ٹھوکر سے جلا دو گے تو کیا ہوگا

سدھارتھ ۔ نہیں چلے گا ۔ میری پیاری کا بھیس بنانے والی جادوگرنی تیرا جادو مجھ پر نہیں چلے گا ؎

یہاں تو اک نرالی چاشنی کو ہم نے چکھا ہے
رتی اور کام کو قدموں کے نیچے ڈال رکھا ہے
ہمیں تم پریم کی ناؤ میں لے کر کیا تراؤ گی

سمندر ہے یہ وُہ جس میں تم خود ڈوب جاؤ گی

[رتی اور اُس کی کامنیوں کا زمین
میں سما جانا]

{کام۔ کرودھ، لوبھ۔ موہ۔ اور اہنکار
کا اپنے اپنے خوفناک رُوپ دکھانا}

سادھارتھ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ اِن آندھیوں سے کیلاش نہیں اُڑے گا ؎
بارشیں تھیں دُکھ کی جتنی اپنے اُوپر سہہ گیا
باسنا جب مرچکی کیا اور باقی رہ گیا

آواز

{پردہ پھٹتا ہے گیان کی روشنی
دکھائی دیتی ہے}

آہا جس کی تلاش تھی وُہ مِل گیا۔ مُرادوں کا غنچہ کھل گیا ؎
یہی وُہ ستیہ کی جیوتی ہے یہی وُہ گیان کا درجہ
یہی ہے سورگ کا دوارا یہی نِربان کا درجہ

جان گیا۔ پالیا۔ وُہ یہی کرم کا رستہ ہے۔ جس پر سب کو چلنا پڑتا ہے۔ کرم سے ہی سُکھ اور کرم سے ہی دُکھ کا سامنا ہوتا ہے۔ ویسا ہی پھل ملتا ہے جیسا کہ انسان بوتا ہے ؎

شعبدہ ہے زندگی اور موت گویا کال کا
جو کچھ ہے سنسار میں وُہ کھیل ہے اعمال کا

(دیو کنیاؤں کا آنا۔ اور

گانا

۱- بلی ہے گیان کی جیوتی اودّیا کو مٹاؤ تم
اندھیرے میں پڑے ہیں جو چراغ انکو دکھاؤ تم

۲- پرجا کے ساتھ برتاؤ کریں رحم اور مروّت کا
جفا کے راستے سے حکمرانوں کو ہٹاؤ تم

۳- کٹی جاتی ہیں گائیں اور بچھڑے سلنت ہوتے ہیں
چھری سے بے زبانوں کے پرانوں کو بچاؤ تم

۴- زمانے کی نظر سے گر رہے ہیں نیچ جو بن کر
کلیجے سے لگاؤ خاک سے اُنکو اُٹھاؤ تم

۵- غلامی میں پھنسے ہیں جو دلاؤ اُن کو آزادی
یہ آزادی تو کیا ہے کرم بندھن سے چھڑاؤ تم

۶- حقارت اور نفرت کی لگی ہے آگ بھارت میں
مقدس سرزمیں پر پریم کا چشمہ بہاؤ تم

ایکٹ تیسرا — سین چوتھا

نظارہ جنگل

(دھورت ناتھ اور مالتی کا آنا)

دھورت۔ درحقیقت۔ یہ بھی ایک چیز ہے۔ اور اسی لئے سادھوؤں کو بھی دنیا عزیز ہے۔

(مصنوعی جٹا کو اتار لیتا ہے)

کیونکہ ؎

اُٹھایا پیٹ کی خاطر ہے سر پہ یہ بڑا گٹھا
نہیں تو درحقیقت نوجوان ہوں نہیں کا بڈھا

مالتی۔ مہاراج۔ آپ تو مجھے دریا پر لائے تھے۔ کہاں ہے وہ دریا؟

دھورت۔ یہی تو ہے۔ وہ محبت کا دریا ؎

جس کی تیراکی سکھاؤں گا تمہیں
پریتما اپنی بناؤں گا تمہیں

مالتی۔ مجھے تمہاری باتوں سے ڈر لگتا ہے۔

دھورت۔ جب پریم کا سویا ہوا جذبہ جگتا ہے۔ تو درحقیقت ڈر لگتا ہے۔

گانا (دھورت ناتھ کا)

مَیں بڑا رنگیلا سادھو ہوں

مَیں چھیل چھبیلا سادھو ہُوں
کرو مجھ سے محبّت کی بات
تمہیں دیتا ہُوں دِل کی سوغات۔ کرو مجھ سے
جَپ تَپ سارا تُم پر واروں
سادھُو پَن کو ٹھوکر ماروں۔ کرو مجھ سے
چلو پیاری جو تُم میرے ساتھ۔
کرے سیوا تمہاری یہ ناتھ۔
وہ پتی تمہارا بدصُورت۔
میں کام دیو کی ہُوں مُورت۔ کرو مجھ سے۔

زباتی۔ یہی اولاد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہی بانجھ پَن کا دفیعہ ہے۔

مالتی۔ (دل میں) یہ کمبخت سادھو نہیں ٹھگ ہے۔

دھُورت۔ (مصنوعی داڑھی اُتار کر) دیکھو یہ میرا رنگ رُوپ۔ اندھیرے کے پیچھے دُھوپ۔ حُسن اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ باغِ جوانی میں سبزہ لہلہا رہا ہے۔

مالتی۔ تُم سادھُو ہو؟

دھورت۔ ہاں۔

مالتی۔ اور ہندو سادھُو ہو؟

دھُورت۔ درحقیقت تمہارے شوہر سے زیادہ طرحدار۔ باغِ مُراد کی بہار۔

مالتی۔ لیکن وُہ ہے۔ میری آبرو۔

اور میں ہوں گُل محبّت کی خوشبو۔

دھورت - میری نظروں میں تم بہروپیے ٹھگ ہو۔ جو پرائی استریوں کو ٹھگ کر

مالتی - لاتے ہو۔ دنیا داروں کو نرک میں گراتے ہو۔ سادھوؤں کے بھیس میں گرہستیوں کی عزت پر ڈاکے ڈال رہے ہو۔ پتی برتاؤں کی عصمت پر ہوس کی خاک اُچھال رہے ہو۔

دھورت - درحقیقت۔ پیاری۔ تم جانتی ہو۔ من کے لڈوؤں سے پیٹ نہیں بھرتا۔ خالی منتروں سے ایشور سوکھی ڈالی کو نہال نہیں کرتا۔ جب مہاتماؤں کا آتما استری کی آتما سے ملتا ہے۔ تو مُراد کا یہ غنچہ کھلتا ہے۔

مالتی - ہندو جاتی کو تباہ کرنے والے تم جیسے ہی مہاتما ہیں۔ ایسوں کا نام مہاتما ہے۔ تو پھر اس قوم کا خاتمہ ہے۔ پیٹ اور دشنے کی خاطر جٹا جوٹ بن کر پھرتے ہو۔ کپٹی سادھو۔ تم ایک کتے ہو۔ جو مُرداروں پر گرتے ہو۔ بھارت کی بھولی بہنیں مہاتما کے خوبصورت لفظ کے دھوکے میں آ کر اپنی عصمت کا گوہر کھو بیٹھتی ہیں۔ اور اپنے خاندان کی عزت کو رو بیٹھتی ہیں۔

دھورت - شراپ سے بھسم ہو جاؤ گی۔

مالتی - تمہارا شراپ۔ بدمعاش سادھو کا شراپ۔ تمہارا شراپ تو ایک تم جیسے بدمعاش کا بال بیکا نہ کر سکے۔ لیکن ایک ہندو ابلا کا شراپ ابھی تم کو معجزہ دکھا دے گا۔ نہیں۔ اور اسی وقت بغیر چتا کے جلا دے گا۔

زبردستی کرنا چاہتا ہے۔ ہمت رام اور پولیس کے آدمی آتے ہیں۔

ہمّت رام - حضور یہی ہے وہ ٹھگ جو میری بیوی کو بہکا لایا۔

ڈھورت - ارے کم بخت تجھے موت نے نہ کھایا۔
تھانیدار - پکڑ لو۔ باندھ لو۔
سپاہی - (داڑھی سے پکڑتا ہے۔ مصنوعی داڑھی علیحدہ ہو جاتی ہے) ہیں۔ یہ کیا۔ ناٹک کی داڑھی لگا رکھی ہے۔
ڈھورت - حضور! یہ عورت مجھے اغوا کر کے لے آئی۔ اسی نے میرا حلیہ بدلنے کو ایک ناٹک والے دوست سے لے کر یہ داڑھی لگائی۔
تھانیدار - بکتا ہے۔

{ایک سپاہی مورکھ داس کو پکڑ لاتا ہے}

سپاہی - حضور! یہ بھی اسی کا بھائی بند معلوم ہوتا ہے۔
تھانیدار - کہاں سے لائے۔
سپاہی - ایک درخت کے نیچے یہ زیوروں کی ہنڈیا داب رہا تھا۔
مورکھ داس - اس کم بخت گورو نے میرا بھی خانہ خراب کیا۔

(پوکھر داس کا آنا)

پوکھر - حضور! یہ سادھو میری عمر بھر کی کمائی لوٹ لایا۔ زیوروں کی ہنڈیا نکال لی۔ اور اس کی جگہ یہ ٹھیکروں کا ڈھیر دے آیا۔
تھانیدار - (ہنٹر مار کر) کیوں بے سادھو کے بچے۔
ڈھورت - درحقیقت میں بے قصور ہوں۔ اس کا منتر سدھ ہونے سے رہ گیا۔ اور اس کا مال ایک آنچ کی کسر میں بہہ گیا۔
تھانیدار - سادھو ہو کر یہ کرتوت۔ بدمعاشی کے تابوت۔

(ہنٹر مارتا ہے)

(مہاتما بدھ کا آنا)

بُدھ۔ ہنسا نہ کرو۔ اہنسا پرمو دھرما ہے (وچن یا کرم سے کسی کا دل مت دکھاؤ۔

تھانیدار۔ تو ایسے ٹھگوں کو کہہ دیں۔ کہ لوگوں کی عورتیں بھگاؤ۔ اور لوگوں کا مال لوٹ کھاؤ۔

بُدھ۔ (دھوورت ناتھ کو پہچان کر) اوہو! یہ تو وہی مہاتما ہیں۔ جو اچھوت عورتوں کے ہاتھ کی کھیر پر چڑ رہے تھے۔ کیا اسی بھیس پر بگڑ رہے تھے۔

سادھو مہاراج۔ کہو۔ کون مہاتما ہے۔ اچھوتوں کے ہاتھ کی کھیر کھانے والا یا دھوکے اور فریب سے دنیا داروں کا مال اڑانے والا۔ افسوس مُردار کھاتے ہوئے نہیں ڈرتے ہیں۔ اور اچھوتوں کے ہاتھ کی چیز سے پرہیز کرتے ہیں۔ اچھوتوں کے پوتر بھوجن کو ٹھکراتے ہیں۔ اور ویشیاؤں کے ہاتھ کا شوق سے کھا جاتے ہیں سہ

یہ نفرت باپ کے بیٹوں سے اک انسان کرتا ہے
نہیں تو پیار ہم جنسوں سے تو حیوان کرتا ہے
مہیا کر رہا اسباب وہ اپنی تباہی کا
جو اپنی قوم اپنے مُلک کا نقصان کرتا ہے

تھانیدار۔ چلو۔ کوتوالی چلو۔

بُدھ۔ دیالو۔ ان پر دیا کرو۔ یہ تمہارے باپ کے نالائق بیٹے ہیں۔ ان کو لائق بننے کا موقعہ دو۔

مارنا کیا اُس کا اقبال گناہ جو کر گیا
کر دیا احسان جس پر وہ سمجھو مر گیا

ڈھورنت۔ بودھی ستو کے اوتار۔ اُپدیش کے چیتو سے ہو گیا اُدھار۔
سیوک کو شرن میں لو۔
بُدھ۔ پرائشچت کے لئے اہنسا اور دیا کے پرچار سے جیوؤں کا جیون پاتر
بھرپور کرو۔ بھارت سے اچھوت پن کی لعنت کو دُور کرو سے
وہ یہی لعنت ہے جس سے مِٹ گیا بھارت کا بَل
ہو گیا کڑوا اِسی سے قوم کے جیون کا پھَل
کر کے سوراخ ہم نے ناؤ کو بگاڑا آپ ہی
ہے ڈبونے کے لئے کافی بس اتنا پاپ ہی

گانا

۱۔ تم دیش سے اب چھوت کی لعنت کو مٹا دو
یہ چشمۂ تعصّب کا نگاہوں سے ہٹا دو
۲۔ نالے اسی دریا سے یہ نکلے ہیں بکھر کر
سب ایک ہے جَل۔ جل کو اُسی جل میں ملا دو
۳۔ گنگا ہیں بڑے آپ تو وہ جمنا ہیں چھوٹے
پریاگ کا اک اور نیا رُوپ دکھا دو
۴۔ سیراب ہو آزادیٔ جمہور کی کھیتی
مہر اور محبت وہ چشمہ سا بہا دو
۵۔ جینا ہو تو ملنے کی ہی پیدا کرو رسمیں
یہ موت ہے اس پردۂ نفرت کو اٹھا دو

تھانیدار۔ (ڈھورنت اور مورکھ سے) جاؤ۔ مہاتما کے پرتاپ سے رہا

ہو گئے۔ پارس کی مہربانی سمجھو۔ جو لوہے سے سونا ہو گئے۔

(دونو کو رہا کر دینا)

دھورت۔ (بدھ کے چرنوں میں گر کر) مہاراج۔ تم سچ مچ دیوتاؤں سے زیادہ فیاض۔ گنگا سے زیادہ پوتر۔ ستیہ سے زیادہ روشن۔ گیان سے زیادہ وسیع ہو۔ ۔

بڑا احسان میرے آتما پر ہے کیا تم نے
میرے گھر میں تاریکی جلایا ہے دیا تم نے

بدھ۔ تو جاؤ۔ دنیا کو سچائی کی طاقت دکھاؤ۔ زمانے میں شانتی پھیلاؤ دیکھو۔ لوگوں کے دلوں میں نفرت۔ حقارت۔ مخالفت اور شرارت کا اندھیرا چھا رہا ہے۔ وہ تمہارے ستیہ کی روشنی لینے سے انکار کریں گے۔ تم پر ہنسیں گے۔ تم کو چڑائینگے۔ تم کو گالیاں دیں گے۔ ہتھیار لے کر تم پر آئیں گے۔ تم پھول برسانے سے باز نہ آؤ۔ تم امرت کے چشمے بہانے سے باز نہ آؤ۔ ۔

ابرِ رحمت تم بنو آتش بجھانے کے لئے
اور بن جاؤ صبا غنچے کھلانے کے لئے
درخت کی مانند جو پتھر سے بھی ماریں تمہیں
اُس کو بھی دو پھل حلاوت دار کھانے کیلئے

(جانا سب کا)

ایکٹ تیسرا سین پانچواں

نظارہ۔ کپل وستو کا شاہی محل

(گوپا شوہر کے فراق میں)

گانا

۱۔ بلبل بن کر بن بن ڈولی پھول ملا نہیں میرے من کا
۲۔ اگنی برہ کی نشدن بھڑکے تاپ مٹے کیا تن کا
۳۔ ایسے نیٹھر انیائی دکھڑا کون ہرے برہن کا
۴۔ نس نس میں اک بس جھٹکائے نردئی گھن ساجن کا
۵۔ چھن چھن بیت رہا آیو جل اس دیہہ کے باسن کا
۶۔ دُربھاگن سے ہو سُہاگن درشن کو ساجن کا

زبانی۔ جا۔ جا۔ مینا۔ تو مجھے کیا میٹھے گیت سُناتی ہے۔ جب پرنیم پاس نہیں۔ تو تیرے گیتوں کی دھونی میرے کلیجے کو پکاتی ہے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ کالی گھٹاؤ۔ گرج گرج کر مجھے ساون کا سہاون سماں دکھاؤ۔ تمہاری بوچھاروں سے میری رگ رگ میں زہر چھٹکتا ہے۔ پرنیم کے بغیر تمہارا رُوپ مجھے ذرا بھی آنند نہیں آتا۔ تو میرے ہار سنگار کو دیکھنے آتا ہے۔ اب وہ ہار سنگار کہاں سے

خمارِ الم سے دل پر چھالے پڑے ہوئے ہیں

آنکھوں کے گرد غم کے ہالے پڑے ہوئے ہیں
رُخسار گر گئے ہیں زُلفیں الجھ گئی ہیں
شمعیں جو حُسن کی تھیں ساری وہ بجھ گئی ہیں
وہ بن میں گھاس پر سوتے ہیں۔ مَیں گھر میں خاک پر سوتی ہُوں۔ وہ پاتلوں میں بھوجن کرتے ہیں۔ مَیں مٹی کے برتنوں میں کھا کر خوش ہوتی ہُوں سہ
چھوڑے ہیں سُکھ زمانے کے پریتم کیواسطے
دل کو کیا ہے وقف اسی غم کے واسطے
وہ جان جسم کی ہیں وُہ آنکھوں کا نور ہیں
جینے کا لُطف کیا ہو۔ وُہ آنکھوں سے دُور ہیں
(گوپا کے بیٹے راہل کا آنا)

راہل۔ ماتا۔ نئی بات سناؤں۔
گوپا۔ ہاں بیٹا۔ سناؤ۔ اُن کے بغیر اب تُم کو ہی دیکھ کر جیتے جاتی ہُوں۔ تمہاری امرت بانی کوشن کر صبر کے گھونٹ پیئے جاتی ہُوں سہ
اب اُن کے بعد تُم ہی اُس محبّت کی کہانی ہو
تُم ہی ہو میری دَولت میرے پریتم کی نشانی ہو
راہل۔ دادا جی کہتے ہیں۔ ہم تم کو راج سنگھاسن پر بٹھائیں گے۔ ماتا۔ پھر کیا ہم سچ مچ راجہ کہلائیں گے؟
گوپا۔ کیوں نہیں۔ راجاؤں کے بیٹے راجا ہی بنا کرتے ہیں۔ بدخشاں کے لعل شاہی تاج میں ہی لگا کرتے ہیں۔
راہل۔ پھر کیا مجھے اور راجاؤں کی طرح ظلم و ستم کا ہاتھ بڑھانا پڑے گا۔ رعیت کو ستانا پڑے گا؟

گوپا۔ ماں باپ بھی بیٹوں کو ستایا کرتے ہیں۔

راہل۔ نہیں۔

گوپا۔ راجہ لوگ تو صرف اپنی رعیّت کے دُشمنوں کو مٹایا کرتے ہیں۔

راہل۔ جب تک رعایا میں نفاق نہ ڈلوایا جائے۔ ایک کو دوسرے سے نہ لڑایا جائے۔ ایک کو گرا کر دوسرے کو نہ اُٹھایا جائے۔ ایک کے دبانے کے لیے دوسرے کو اپنے ساتھ نہ ملایا جائے۔ حکومت کس طرح ہو سکتی ہے ؟

گوپا۔ بیٹوں میں بدامنی ہو۔ تو دُکھ کس کو ہوگا ؟

راہل۔ باپ کو۔

گوپا۔ پھر سمجھدار کیوں سمیٹے گا اس باپ کو۔

راہل۔ خزانہ بھرنے کے لئے بھاری محصُول نہ لگاؤں گا ؟

گوپا۔ بھاری محصُول رعایا کے دلی غم اور غصّے کو بھڑکاتا ہے۔ کچلا ہوا سانپ کاٹ بھی کھاتا ہے۔

راہل۔ جو لوگ راج کے خلاف آواز اُٹھائیں گے۔ وہ سخت سزائیں نہیں پائیں گے ؟

گوپا۔ نہیں۔

راہل۔ کیوں ؟

گوپا۔ اُن کی آواز کو سُننا پڑے گا۔ ٹھنڈے دل سے اُس پر غور کرنا پڑے گا۔ بدامنی کی نبض دیکھ کر اصلی بیماری کو معلوم کرو گے۔ پھر مُناسب علاج سے تکلیف کو معدوم کرو گے۔ یہ نہیں۔ کہ بیمار درد سے چلائے۔ اور تم اُس کا مُنہ بند کر دو۔ کہ گھُٹ کر مر جائے ؎

جو نہیں رکھتے ہیں راجہ اپنی پرجاؤں کی لاج

رہ نہیں سکتا ہے قائم ایسے راجاؤں کا راج
پھل نہیں دیتا ہے بوٹا سخت گیری کا کبھی
شکم پُر ہوگا نہ حرصِ تخت گیری کا کبھی

راہل۔ یہ تو راج نیتی کا اصُول ہے۔ جب تک سختی نہ برتی جائے۔ راج کی سلامتی کہاں سے آئے؟

گوپا۔ ایسی راج نیتی کی بنیاد ڈالنا ریت پر دیوار اٹھانا ہے۔ ندی کے کنارے درخت لگانا ہے ؎

حکومت جبر کی جسموں کو قابو کر تو لیتی ہے
مگر ہمدردیوں کا سارا جذبہ مار دیتی ہے
تعاون باہمی سختی سے پیدا ہو نہیں سکتا
رعایا کے دلوں پر اس سے قبضہ ہو نہیں سکتا

راہل۔ تو میں ایسا راج نہیں کروں گا۔ جس سے کہ رعایا کی زبانیں صاف ہوں اور دل میرے خلاف ہوں ؎

میں تو سمجھوں گا پرجا کو اپنے اس جیون کے پران
اور پیارا ایسا کہ جیسے جسم کو پیاری ہے جان
اس طرح دیکھوں گا میں پرجا کو پرانوں کے سمان
باغ کو جس طرح کوئی پالتا ہے باغبان

گوپا۔ ایسا راج واقعی لافانی ہوگا۔

(چھندک کا داخل ہونا)

چھندک۔ مہارانی! خوشی کیجئے۔ آج اس چین رنگھی کو کھلانے کے لئے پورنما کا چاند نکل آیا۔ چکرورتی راجاؤں کے دلوں پر قبضہ بٹھانے کے

بعد۔ دھرم کے متلاشیوں کو ستیہ کا ساکھشات کار کرانے کے بعد کٹھن تپ سے جسم کو تکلیف پہنچانے والے گمراہ سادھوؤں کو راہ پر لانے کے بعد۔ خود غرضی میں اندھے اپنی ہی نجات کے لئے گپھاؤں میں دھونی رمانے والے مہاتماؤں کو عوام کی خدمت میں لگانے کے بعد۔ وُہ بودھی ستو کا اوتار۔ یعنی وُہ آپ کا بھرتار۔ اِس راج تاج کا حقدار۔ سدھارتھ راج کمار۔ اِس راج کے روحانی روگیوں کا روگ مٹانے کے لئے، پریم گنگا میں پُر باسیوں کو اشنان کرانے کے لئے۔ سات برس کے بعد پھر اِس پونر بھومی پر آیا ہے۔

گوپا۔ میرے سوامی آگئے۔

چھندک۔ ہاں۔

گوپا۔

پژمردہ گُل میں پھر بُو کی وُہی جان آگئی
پہیج ہے کہ مُردہ جسم میں پھر جان آگئی

چھندک۔ ہاں۔ سازِ زندگی میں نغمہ پیدا کرنے والا آتار۔ جیون کی منتشر پنکھڑیوں کو شگفتہ کرنے والی بہار آگئی۔

(جاتا ہے)

راہُل۔ ماتا کون آگئے ؟

گوپا۔

وہی جو میرے دل کے مندر کے دیوتا ہیں
یعنی میرے وُہ مالک بٹیا تیرے پتا ہیں

راہُل۔ ضرور کچھ لائے ہوں گے۔

گویا۔ ایسی روشنی جس سے جہالت کی تاریکی مٹ جائے یا ایسا خزانہ جس سے

دُنیاوی دولت کی ہوس نزدیک نہ آئے سہ

یعنی وہ دھن کہ جو اس دہر میں لافانی ہے

یعنی وُہ شے جو مادی نہیں روحانی نہیں

(بدھ کا معہ بھکشوں کے آنا)

گوپا۔ یہی ہیں۔ وہ رات کے وقت مجھے سوتا چھوڑ کر جانے والے یہی

ہیں۔ وہ بےدردی برسوں کی پریت کو پل بھر میں توڑ کر جانے والے۔ جنہوں

نے میری زندگی کے بربط نازوں کو مسل کر پھینک دیا سہ

دل اور جگر بکوڑے سے پیروں سے مل دیئے

برسوں کی پریت توڑ دی جنگل کو چل دیئے

ایسے نٹھر کہ دل کو بھی پتھر بنا لیا

ایسے گئے کہ پھر نہ کسی کا پتہ لیا

| بدھ سے چمٹ
| جاتی ہے

بدھ۔ (اپنے بھکشوؤں سے) میرے پیارو! اس کی گستاخی کا خیال نہ کرنا عورت

پریم میں ایسی ہی دیوانی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک چمکدار برف کا ٹکڑا ہے۔ وہ

برف جو موہ کی گرمی سے پانی ہو جاتی ہے سہ

پریم کا باندھ جو ٹوٹا ہے بہا لینے دو

ہے غبار اس کے جو دل پر وُہ ہٹا لینے دو

آگ برسوں سے سُلگتی ہے جو اس کے دل میں

آج اس کے لئے برسا ہے بُجھا لینے دو

گوپا۔ ہاں ناتھ! میری آنکھوں کی نیند میں ابھی تک تمہارے خواب کی تصویریں پریشان ہیں۔ ابھی تک میرے آنچل پر تمہارے بِرہ میں نینوں سے ٹپکے ہوئے خون کے قطروں کے نشان ہیں ؂

چھپ کے جاتے نہ تو کیا تم کو میں جانے دیتی
لاکھ ابلا تھی یہ دامن نہ چھڑانے دیتی

بدھ۔ گوپا۔ اب گئی گذری باتوں پر خاک ڈالو۔ ان جھوٹی ہستیوں اور اُن کے پریم کو دل سے نکالو ؂

بے فائدہ دُنیا ہے نثارِ ہستی
قائم ہے ہواؤں پہ حصارِ ہستی
دم بھر بھی نہیں دم کا بھروسہ پیاری
اُڑ جائے گا جھونکوں میں غبارِ ہستی

بڑی محنت سے میں نے ایک لافانی محبت کی سلطنت پائی ہے۔ تمہاری خوش نصیبی سے یہ مبارک گھڑی ہاتھ آئی ہے ؂

چلو اُس سلطنت کی تم کو میں رانی بناتا ہوں
سنگھاسن ہے اچل نروان کا تم کو بٹھاتا ہوں

گوپا۔ اب تو سوتی نہیں جاگتی ہوں۔ اب تم کو کہاں چھوڑ سکتی ہوں۔ تمہاری اردھنگنی ہوں۔ تمہاری ہر چیز میں آدھے کی حقدار ہوں۔ جہاں لے چلو گے چلنے کو تیار ہوں۔

راہل۔ پتا جی! مجھے کیا دو گے؟

بدھ۔ کیا دے گا ؂

بھکاری باپ ہے تیرا نہ چاندی ہے نہ سونا ہے

نہ ہے اطلس کا تکیہ اور نہ مخمل کا بچھونا ہے
صرف اک شانتی من کی وراثت پاس ہے میرے
چلو لے دوں تمہیں سنسار سے گر مکت ہونا ہے

راہل۔ تیار ہوں سہ
اگر سادھو ہو تو تم مجھ کو سادھوتا کا درشن دو
رہے زر کی نہ خواہش مجھ کو زر بھی دو تو ایسا دو

(بدھ کا بھکشو بن جانے کا سنسکار دینا)

بدھ (نندگوپا سے) لو۔ تم بھی لو۔ (راہل سے) لو۔ تم بھی لو۔

(دونوں کفنی پہن لیتے ہیں)

دونوں۔ ہم بھگوان بدھ کی شرن میں آتے ہیں۔

(شتودہن اور گوتمی کا آنا)

شتودہن۔ کیا یہ دو رتن بھی ہاتھ سے جاتے ہیں سہ
یہ باندھی تھیں اُمیدیں دن کبھی ایسا بھی آئے گا
بہاریں پھول برسائینگی۔ موسم گُل کھلائے گا
سیہ بختی مگر میری۔ کہ جب کھلنے لگے بوٹے
ستمگر آسمان کے ہاتھ آ کر باغ پر لوٹے

بدھ۔ پتاجی۔ دُکھ ماننے کی بات نہیں۔ لاکھوں برسوں تک ان بھوگوں کو بھوگا۔ پھر بھی ان کی ہوس نہ مر گئی۔ ہستی کی روشنی سے طبیعت کی آنکھ کبھی کنارہ نہ کریگی سہ

ہر شے میں ضیا پاش ہے نورِ ہستی
لیکن نہیں رہنے کا سرورِ ہستی

آتی ہے صدا ہندؤ دل سے سب کے
مٹ جائے گا اک روز غرورِ ہستی

پھر زمانے کی کس چیز سے دل لگایا جائے۔ کس اعتبار پر زندگی کے سانسوں کو ناحق گنوایا جائے سہ

ابھی سُنا کہ چمن میں بہار آئی ہے
خزاں نے لُوٹ لیا یہ ابھی دوہائی ہے
زوالِ آشنا ہستی کی ہر کہانی ہے
ہر ایک چیز زمانے کی آنی جانی ہے

شتودھن۔ جب اس راج میں سُکھ دینے والے پُتر پوتر (پوتنے) ہی نہ رہے۔ تو پھر سُکھ کیسا۔ سُکھ کس کا۔ میں بھی بودھی ستو کی شرن میں ہوں۔
گوتمی۔ ادرپتی سے آدھا بھاگ بٹانے کے لئے میں بھی بدھ کی شرن ہوں۔
بدھ۔ (کھفنی دیکر) تم بھی بدھ کا پرشاد لو۔

(ایک بھکشو کا داخل ہونا)

بھکشو۔ مہاراج! راجہ دلس راج نے کہلوا بھیجا ہے۔ کہ ہم نے آپ کے اُپدیش سے پربت ہو کر جیودُں کے بلیدان کی رسم اُڑا دی ہے۔ ملک گیری کی ہوس کے لئے بدھ کرنے کی حرص بھی مٹا دی ہے۔ لیکن اچھوتوں کو ملانے کی آگیا کا پالن نہیں ہوسکتا۔ کم از کم میں اپنے ہاتھ سے قدیمی مریادا کا بیڑہ نہیں ڈبو سکتا۔ شکتا آدی ذریعوں سے میں اچھوتوں کو اُٹھا سکتا ہوں لیکن اچھوتوں میں ہندوؤں کو جذب کر کے ہندو قوم کو نہیں گرا سکتا ہوں۔
بدھ۔ تو اس کو منانے کے لئے ہمارے پاس کوئی دُنیادی اختیار نہیں۔ کوئی مادی ہتھیار نہیں۔ صرف ایک ہی کا روحانی ذریعہ ہے۔ صرف ایک ہی

آسمان وفیہ ہے۔ کہ اچھوت اُدھار کے لئے میں اپنی جان دے دوں گا۔ اور
اگر میری جان دینے کے بعد بھی یہ لوگ اچھوتوں کو علیحدہ رکھیں گے۔ تو پھر
بیسویں صدی میں میرا لنگوٹیا اوتار ہو گا۔ جو سے
اہنسا اور اچھوت اُدھار کو بھارت میں آئیگا
جو شیر و شکر سا ان دونو بچھڑوں کو ملائے گا
اسی وقت اور اسی جگہ سے سمارایرت شروع ہوتا ہے۔

بھگوان بدھ ایک آسن پر سمادھی لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ارد گرد بھکشو بیٹھتے ہیں۔ اور گاتے ہیں

گانا

۱۔ جو اُٹھنا چاہتے ہو تو اُٹھاؤ تم اچھوتوں کو
جو بڑھنا چاہتے ہو تو بڑھاؤ تم اچھوتوں کو

۲۔ تمہارے جسم سے ہی خون کے قطرے یہ نکلے ہیں
تمہارا خون ہے دل میں لباؤ تم اچھوتوں کو

۳۔ یہی ہیں قوم کی جان اور یہی ہیں رازِ قومیت
بنانی ہے جو قومیت بناؤ تم اچھوتوں کو

۴۔ یہ ہیں ٹکڑے جگر کے ان کو پلکوں سے اٹھاؤ تم
محبت کی ندی کا جل پلاؤ تم اچھوتوں کو

۵۔ جو یہ بچھڑے رہے تو تم کو بھی جینے میں بادھ ہے
ابھی ہے وقت چھاتی سے لگاؤ تم اچھوتوں کو

(آواز پٹاخہ کی)

بدھ کا پران تیاگنا۔ روح پرکاشمان ہو کر آسمان کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جسم ٹرانسفر ہو جاتا ہے بدھ کے جسم کی جگہ لنگوٹی والا مہاتما گاندھی دکھائی دیتا ہے۔ دیوتا پھول برساتے ہیں۔

ٹیبلو

ڈراپ

ختم شد

باہتمام سوم پرکاش ساہنی پرنٹر پبلشر برائے لاجپت رائے اینڈ سنز اُردو بازار دہلی در مطبع اشوک پریس چھپا۔